نضر اللّٰہ امرءاً سمع مناشیئاً فبلغہ کما سمعہ، فرب مبلغ اوعی من سامع

صاحبِ نصر الباری

علامہ محمد عثمان غنیؒ

مُفتی ناصر الدین المظاہری

مفتی ناصر الدین مظاہری

ناشر

زکریا بکڈپو دیوبند۔ یوپی

تفصیلات

کتاب:	علامہ محمد عثمان غنیؒ
مرتب:	مفتی ناصر الدین مظاہری
صفحات:	١١٢
سائز:	١٦_٣٠_٢٠
باہتمام:	ذوالفقار علی
طبع اول:	جون ٢٠١١ء
قیمت:	
فون	
فیکس:	

زکریا بکڈپو دیوبند

فہرست مضامین

تأثرات

حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ ناظم مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے خلیفہ تھے، ہر دو بزرگ ہم عمر، ہم عصر اور ہم مزاج وہم مذاق بھی تھے، دونوں حضرات ایک دوسرے کا جس انداز میں اکرام واحترام فرماتے تھے اس سے اکابر کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو علامہ صاحبؒ کی صلاحیتوں اور لیاقتوں پر مکمل اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ مظاہر علوم سہارنپور میں مفسدین نے جب خلفشار پیدا کیا اور بعض اہم اساتذہ یہاں سے چلے گئے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت علامہ صاحبؒ کو پہلی فرصت میں نہ صرف مظاہر علوم آنے کی دعوت دی بلکہ دورۂ حدیث کی اہم کتب کے علاوہ بخاری شریف کا سبق بھی متعلق کیا۔ اس وقت سے اخیر تک ہزاروں طلبہ نے آپ کے دروس بخاری ومسلم اور طحاوی وغیرہ میں شرکت کی سعادت حاصل کر کے آج عالم اسلام میں اپنی مادر علمی اور اساتذۂ گرامی کا نام روشن کر رہے ہیں۔

عزیزی مولانا مفتی ناصرالدین مظاہری کی یہ کوشش ان شاء اللہ بارآور ہوگی۔

اللہ تعالیٰ علامہ صاحبؒ کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا فرمائے۔

محمد سعیدی عفی عنہ

ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۱۷؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

حرف شیریں

صاحبزادۂ گرامی جناب مولانا محمد عمران قاسمی

میرے والد ماجد حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور کی حیات مبارکہ مختلف صفات کا مجموعہ تھی، آپ سراپا خوبی تھے، جب تک مدرسہ کی چہار دیواری میں رہتے پورے رعب وجلال کے ساتھ نظر آتے لیکن جب گھر تشریف لاتے تو آپ کا رعب اور دبدبہ یکسر بدل جاتا، اپنے پوتوں یعنی میرے بچوں سے مزاح بھی فرماتے، ان کی معصومانہ مانگیں اور فرمائشیں بھی پوری کرتے، ان کی خوش فعلیوں پر ہنستے بھی اور ان کی تربیت کے سلسلہ میں فکر مند بھی رہتے، چنانچہ میرے بیٹے محمد سلمان سلمہ کو اپنے پاس مظاہر علوم میں رکھا تاکہ اس کی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دے سکیں، اس سے چھوٹے بچے محمد لقمان سلمہ کو بھی اپنے پاس بلالیا اور دونوں کی پرورش، تعلیم اور تربیت میں خصوصی توجہ مرکوز رکھی۔

آپ جس طرح عوام وخواص میں مقبول ومحترم تھے اسی طرح گھر کی چہار دیواری میں بھی قدر ومنزلت اور عزت وعظمت کی بلندیوں پر فائز تھے۔

میں شکر گزار ہوں جناب مفتی ناصرالدین مظاہری کا جنہوں نے والد ماجد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو حیطۂ تحریر میں لاکر قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

محمد عمران قاسمی

ناظم جامعہ عثمانیہ چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)

۱۶؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

حرف خیال

حضرت مولانا مفتی محمود عالم مظاہری مدظلہ

استاذ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

استاذ نا مرشدنا حضرت اقدس علامہ محمد عثمان غنیؒ اپنی گوناگوں صفات اور قابل تقلید وانقیاد خصوصیات کے باعث اِنشاءاللہ تعالیٰ صدیوں یاد رکھے جائیں گے۔

آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، آپ کا علم معیاری، آپ کا تقویٰ مثالی، آپ کا کردار لاثانی، آپ کی خدمات اور کارنامے لافانی، آپ کا درس، آپ کی خانقاہ، آپ کی تصنیفات آپ کی خطابت ہر چیز علوم واخلاص کا گویا ایک ایسا آبشار تھا جس کے چند قطرے حیات جاوداں بخشنے کے لئے کافی ہیں۔ آپؒ اس شعر کا مصداق تھے۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال میں

حضرت علامہ صاحبؒ ہندوستان کے سب سے بڑے دینی ادارہ دارالعلوم دیوبند کے ہونہار، قابل فخر سپوت، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے خلیفۂ اجل اور دوسرے بڑے دینی ادارہ مظاہر علوم (وقف) کے منصب شیخ الحدیث پر فائز تھے، سادگی وقناعت، خاموش مزاجی، شرافت ومروت کے عظیم

پیکر تھے۔

کسی بھی موضوع کے ہنرور افراد اور اپنے فن کے متخصص حضرات ظاہری ٹیپ ٹاپ اور بناوٹ سے پاک نہایت ہی سادہ مزاج اور سادگی پسند ہوا کرتے ہیں چنانچہ حضرت علامہ صاحبؒ بھی عظیم الشان وباکمال عالم ومحدث ہونے کے باوصف نہایت ہی سادگی پسند تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے حبیب ﷺ احادیث کی تعلیم کیلئے قبول فرمالیا تھا اسی لئے امید ہے کہ آپ کل قیامت کے دن محدثین کرام کے جلو میں جنت الفردوس کی ابدی نعمتوں اور لافانی لذتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

ایسی عظیم شخصیتوں کے انتقال کے بعد ان کے عظیم الشان علمی کارنامے، تحقیقی وتصنیفی خدمات اور ان کی حیات جاوداں کے قابل رشک نقش ونقوش امت کیلئے راہبر اور راہنما ثابت ہوا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پہلو سے بھی حضرت علامہ صاحب کو خصوصی توفیقات سے نوازا تھا، آپ کے شاگردان رشید، آپ کے مسترشدین، آپ کی کتابوں کے مستفیدین صدقہ جاریہ ہیں جو آنیوالی نسلوں تک آپ کی تعلیمات اور خدمات کی روشنی پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کریں گے۔

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ میرے قابل قدر استاذ بھی تھے، شفیق ومہربان بزرگ بھی، خاص محسن بھی تھے، عظیم مربی بھی، میرے درد میں ہمدرد، میرے فکر میں فکرمند، میری خوشی میں خوش، میری غمی میں غمگین

ورنجور غرض میری ترقی کو اپنی ترقی تصور کرنے والے، میری زندگی کے ہر موڑ اور ہر موقع پر اپنی خصوصی دعاؤں، نیک تمناؤں، الطاف وعنایتوں اور شفقت ومہربانیوں کے پھول نچھاور کرنے والے وہ گرامی قدر ہستی تھے جن کی خدمت میں پہنچ کر ماں کی ممتا، باپ کا پیار اور استاد کی شفقت سب کچھ مل جایا کرتی تھی۔

آپ کے تسلی آمیز کلمات، آپ کی حوصلہ افزائیاں، قدم قدم پر ملنے والی آپ کی دعائیں حقیقت یہ ہے کہ از سر نو عزم وحوصلہ عطا کردیتی تھیں، گویا زندگی کی بہاریں، حسین وجمیل پھواریں، موسموں کی خنکی، بادلوں کی رنگت، شفق کی خوبصورتی، کہکشاؤں کی دلکشی اور بے سہاروں کی کھوئی ہوئی خوشی ورعنائی سب کچھ آپ کی نظر کرم سے ملنے والی وہ سوغات ہے جسے لیل ونہار کی گردشیں بھلا نہیں پائیں گی۔

حضرت مولانا مفتی ناصر الدین صاحب مظاہری زید لطفکم کا یہ کارنامہ لائق تحسین وآفرین ہے کہ انہوں نے حضرت علامہ صاحبؒ کی حیات اور خدمات پر مشتمل اپنے جذبات وتأثرات کو عملی جامہ پہنا کر وابستگان حضرت علامہؒ کیلئے ''یادوں کا خوبصورت گلدستہ'' پیش کردیا ہے جو ان شاء اللہ حضرت کے سوانح نگاروں کیلئے سنگ میل ثابت ہوگا۔

محمود عالم المظاہری

۱۴ر ج ۲ ر ۱۴۳۲ھ

حرف وحکایت

راقم الحروف کو درجنوں اصحاب فضل وکمال کے سوانحی نقوش حیطۂ تحریر میں لانے کی سعادت حاصل ہے لیکن استاذ محترم حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ پر اپنے تأثرات اور احساسات قلم بند کرنے کیلئے کئی بار ہمتوں کو یکجا اور حوصلوں کو مہمیز لگانے کے باوجود جس انداز کی تحریر ونگارش میرے ذہن ودماغ میں تھی پیش کرنے سے عاجز وقاصر رہا کیونکہ آپ جیسے مخلص ومشفق اساتذہ جو اپنے شاگردوں سے باپ کے مانند محبت کریں اور غایت شفقت کے ساتھ نصائح فرمائیں چراغ لے کر تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔ جب بھی قلم کاغذ سنبھالتا ایک ایک کرکے شفقتوں اور نوازشوں کی یادیں قلب حزیں کو کچوکے لگانے لگتیں اور بالآخر قلم رکھ کر حضرت کی یادوں میں محو ہو جاتا۔

اللہ کا نام لے کر علامہ صاحبؒ کے تعلق سے ذہن کے کینوس پر یادوں کے جو چراغ جل رہے تھے اور گزشتہ ۱۶ر سال سے دیکھی جانے والی حضرت کی پاکیزہ زندگی کے جو نقوش ذہن ودماغ میں موج زن تھے انھیں صفحۂ دل سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کردیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ناصر الدین مظاہری

مدیر ماہنامہ آئینۂ مظاہر علوم

۲۰ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

موت وحیات کی باگ وڈور جس کے قبضہ میں ہے اسی کا ارشاد گرامی ہے اَیْنَمَا تَکُوْنُوا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے کہ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ، ان واضح ارشادات کو نظر میں رکھئے اور کارگہہ حیات پر نظر کیجئے، ہر چیز لگے بندھے وقت کے مطابق پیدا ہوتی اور وقت مقررہ پر فنا ہوجاتی ہے، ملائک سے لے کر خلائق تک، جمادات سے لے کر نباتات تک کیا چیز ہے جس کو دوام اور استمرار حاصل ہو؟ روئے زمین پر بلکہ آسمان کے نیچے رہنے، بسنے اور پیدا ہونے والی ہر چیز پر تو فنائیت طاری ہونی ہے گویا جب جس چیز کا وقت پورا ہوجاتا ہے، جب مستعار ساعتیں پوری ہوجاتی ہیں، جب کسی چیز کی ضرورت کی تکمیل ہوجاتی ہے تو پھر فنائیت طاری ہوجاتی ہے۔

مشیت ایزدی:

اسلام کی تکمیل شارع اسلام کے عہد میمون میں ہوئی اور آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا نازل ہوئی تو ایمانی فراست سے مالامال اصحاب رسول ﷺ سمجھ گئے کہ اب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا گویا وقت آچکا ہے۔ اس لئے اس دنیا میں بسنے والی کسی ذات، کسی شخصیت اور کسی ہستی کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال یقینا غلط ہے جو اصول الٰہی سے مزاحم ومتصادم ہوں مثلاً یہ کہنا کہ ''فلاں صاحب ایسے وقت میں پردہ فرما گئے جب ان کی سخت ضرورت تھی'' یا یہ لکھنا کہ ''موت کے بے رحم پنجوں نے آپ کی روح قبض کرلی''، یا یہ لکھنا کہ ''اب فلاں صاحب کے خلا کا پُر ہونا ناممکن ہے'' اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کیلئے اس قسم کے دوسرے جملوں اور تعبیرات کا سہارا لینا شرعاً اور عقیدۃً غلط ہے کیونکہ کب کس چیز کی ضرورت ہے، کس کو کب جانا اور مرنا ہے، کب کس کا وقت پورا اور ضرورت ختم ہوئی ان تمام باتوں کا علم صرف اور صرف احکم الحاکمین کو ہے جس کے آگے داناؤں کی دانائی، حکماء کی حکمت اور دانشوروں کی دانش مندی سب ہیچ ہے، یہ اسلام کی تعلیمات میں سے ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھنا ہے۔

ان سچائیوں اورصداقتوں کے بعد یہ بھی ایک فطری عمل ہے کہ انسان اپنی کسی متاع گرانمایہ کے زیاں پراپنی حرماں نصیبی کااظہارواعتراف کرے اورایسی متاع کے کھوجانے سے قلب ودماغ کی بے چینی وبے قراری ہرفردبشر کی مجبوری بن جاتی ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیمؓ کے وصال پرسرورکائنات کی چشمان مبارک آنسوؤں سے ترہوگئیں تھیں اوردرد کے ساتھ فرمایاتھا کہ **ان العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الاما یرضی ربنا وانا بفراقک یاابراهیم لمحزونون** آنکھیں رورہی ہیں، دل پریشان ہےاورہم وہ باتیں کریں گے جن سےاللہ راضی ہواے ابراہیم! تیری فرقت سے ہم غمزدہ ہیں۔

غروب آفتاب:

ایسی ہی ایک عظیم ہستی آج ہمارے درمیان سے اٹھ گئی ہےجس کے گھنے سایہ میں بیٹھنااورجن کی مجلسوں میں شرکت کرناطلبہ وعلماء اپنے لئے باعث افتخارتصور کرتے تھے،جن کے اسباق کی مقبولیت،تقریر کی لذت، حضوراکرم ﷺ سے عشق ومحبت،اپنے اساتذہ واکابر سے تعلق وعقیدت، گفتگو کی حلاوت، تلقین وہدایت اوراصلاح کے ہمہ جہت پہلوؤں کوبھلادینا ناممکن ہے۔میری مراد ہے شیخ الاسلام حضرت مولاناسیدحسین احمدمدنیؒ کے شاگردرشید،فقیہ الاسلام حضرت مولانامفتی مظفرحسینؒ کے خلیفۂ

اجل، مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور کے شیخ الحدیث اورنامورشارح بخاری حضرت مولاناعلامہ محمدعثمان غنی قاسمیؒ جوطویل علالت کے بعد سہارنپور کے ''شکشم''،ہوسپٹل میں ۱۳؍جنوری ۲۰۱۱ء کی رات تقریباً ساڑھے تین بجے انتقال فرماگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ابتدائی حالات:

حضرت مولاناعلامہ محمدعثمان غنیؒ کے والدماجدکانام مولوی محمدعبداللہ(متوفی ۱۹۷۱ء) تھا،علامہ صاحبؒ اپنے وطن چلمل بیگوسرائے (جواس وقت مونگیر(بہار) کاایک حصہ تھالیکن ۱۹۷۵ء میں باقاعدہ ضلع بن گیا) میں پیدا ہوئے،ابتدائی تعلیم علاقے کے بعض مدارس میں حاصل کرکے بنگلہ دیش چلے گئے جہاں آپ کے والد بزرگوار کاروباری سلسلے میں مقیم تھے،بنگلہ دیش میں آپ نے تعلیم بھی حاصل کی اوروالدصاحب کے کاروبارمیں ہاتھ بھی بٹایا۔

تعلیم کا شوق:

حصول تعلیم کاشوق آپ کوبچپن ہی سے تھالیکن گھریلومعاشی مجبوریاں آپ کی اس تمنا کوپورا کرنے میں حارج تھیں،والدصاحب کاکاروبار بھی اس معیار کانہیں تھا کہ اپنے صاحب زادے کی قلبی تمناپوری کرسکتے۔

تعلیم کے لئے بیوی کا زیور فروخت کردیا:

اُسی دوران آپ کی شادی بھی کردی گئی، آپ کی وفاشعار بیوی نے اپنے شوہر نامدار کی علمی لگن اور تڑپ کو محسوس کیا تو اپنا زیور فروخت کردیا اور اس رقم سے آپ کو حصول تعلیم کے لئے دیوبند بھیجا۔

دارالعلوم دیوبند میں:

۱۹۴۶ء میں آپ اپنے نو ساتھیوں کے ساتھ دارالعلوم دیوبند پہنچے، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ نے امتحان داخلہ لیا، اپنے تمام ساتھیوں میں صرف آپ کامیاب ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ پانچ سال تک تعلیم حاصل کرکے ۱۹۵۰ء میں فارغ ہوئے، آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف اور ترمذی اول، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ سے ترمذی شریف جلد ثانی اور ابوداؤد شریف، شمائل اور ہدایہ ثالث، حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے مسلم، ہدایہ رابع، حضرت مولانا عبدالجلیلؒ سے میبذی اور میر قطبی اور حضرت مولانا عبدالخالق سے مشکوٰۃ، حسامی، توضیح وتلویح پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

تجارتی مشغلہ:

دیوبند سے فراغت کے بعد حضرتؒ جب اپنے وطن پہنچے تو خانگی مجبوریوں کے پیش نظر کپڑے کا کاروبار شروع کردیا، کاروبار کے علاوہ فرصت کے لمحات میں آپ دینی کتابوں کا مطالعہ چھوٹے چھوٹے مفید کتابچے، عوام کی اصلاح اور بدعات وضلالت کے خاتمہ کے لئے بھی فکرمند رہتے تھے۔

علامہ اورعلاقہ:

آپ کے علاقہ کی دینی کیفیت نہایت ابتر تھی، جو مسلمان تھے بھی ان کی ظاہری وباطنی حالت سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر ہیں۔

حضرت چونکہ دارالعلوم دیوبند کے نئے نئے فارغ تھے، مادر علمی سے معاشرہ کی اصلاح کا جو سبق انھیں مادر علمی سے ملا تھا اس کو روبہ عمل لانے کے لئے حضرت کی طبیعت بے چین وبے قرار رہنے لگی، پورے علاقہ میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا عالم نہیں تھا۔ ہروقت یہ فکر اور غم ستاتا رہتا کہ اس علاقہ کے مسلمانوں کی اصلاح کی ذمہ داری میری ہے، کل اللہ کے حضور میں حاضری ہوگی اور اس بارے میں مجھ سے سوال کیا جائے گا تو کیا جواب دوں گا۔

بدعت کا خاتمہ:

اِس درد اور فکر کو لے کر حضرتؒ یکہ وتنہا میدان کارزار میں کود پڑے

جہاں ایک طرف کفر اپنی تمام ترنحوستوں کے ساتھ موجود تھا تو بدعات ورسومات کا سیلاب آیا ہوتا تھا، جہالت اور گمراہی کا عروج تھا، نہ تو دینی مدرسے اور مکاتب تھے نہ ہی دینی تعلیم کا نام ونشان تھا۔

بدعت کا خاتمہ:

ایسی گھنگھور گھٹاؤں اورخوفناک ماحول میں حضرتؒ اسلامی تعلیم اور قرآنی ہدایات کے چراغ لے کر، ان چراغوں کی مدھم روشنی اورلہراتی کرنوں نے کفر کا بھی مقابلہ کیا، فسق سے بھی ہاتھ ملایا، بدعات وگمراہی سے ٹکرلی، جہالت سے آنکھ ملائی، اپنے بیگانے ہو گئے، عزیز واقارب نے ساتھ چھوڑ دیا، شیطانی قوتیں ایک ہوگئیں اور باطل مدمقابل آ کھڑا ہوا۔

حضرت نے ہمت نہیں ہاری، شکست نہیں مانی، حوصلے پست نہیں ہوئے، سیرت نبوی اوراسوۂ حسنہ کو اپنا آئیڈیل بنایا، ہر حال اور ہر صورت میں باطل کو مٹانے کی قسم کھائی، ایک طرف شیطان کی پوری ذریت تھی تو دوسری طرف بدعت اور بدعتی رعیت، حضرت سینہ سپر رہے، لوگوں کے دامن تھام کر، غیروں کی خوش آمد کر کے، اپنوں کے آگے عاجزی اختیار کر کے دعوت الی اللہ کا جو کارنامہ انجام دیا وہ تاریخ کا سنہرا باب ہے۔

تعزیہ داری کا خاتمہ:

ایک مؤمن کامل کے آگے شیطانی طاقتیں اورطاغوتی قوتیں کوئی

حیثیت نہیں رکھتیں، عزم وعزیمت اور ثبات قدمی ہر مؤمن کی زندگی کا حصہ وخاصہ ہے، حضرتؒ حق کے بول بالا کے لئے ڈٹے اور جمے رہے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے بھی رہے اور بھولی بھالی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش بھی کرتے تھے، دن کو مجاہدانہ وداعیانہ لباس میں رہتے تو رات کو حضور خداوندی میں عجز ونیاز مندی کا اقرار کر کے دعاء نبوی اللہم اھدی قومی فانہم لایعقلون کا ورد کرتے ، بالآخر وعدۂ الٰہی الحق یعلو ولا یعلیٰ ظاہر ہونا شروع ہوا، اپنے بھی قریب آنے لگے، غیروں کے دلوں میں اللہ تعالی نے نرمی ڈال دی، ان کے ذہن ودماغ کو صیقل کر دیا اور پھر رفتہ رفتہ عوام الناس راہ راست پر آنے لگے۔

حضرتؒ کا گاؤں جہاں بدعت کی تمام قدیم وجدید رسوم قبیحہ جاری وساری تھیں، جہاں مسلمان محض ووٹر لسٹ کی حد تک مسلمان شمار ہوتے تھے، جہاں اللہ اور رسول اللہ کا نام ونشان نہیں تھا بحمد اللہ وکرمہ ردائے بدعت سمٹنے اور قبائے ضلالت سکڑنے لگی۔

آپ کے گاؤں میں تعزیہ جو پہلے تزک واحتشام سے نکلتا تھا اور جس کے آگے پیچھے سادہ لوح مسلمانوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی، یہ صرف تعزیہ نکلنا بند ہو گیا بلکہ لوگ بھی حقیقت جاننے اور سمجھنے کے بعد تائب ہو گئے اور ارشاد خداوندی **جاء الحق وذھق الباطل ان الباطل کان ذھوقا** سچ ثابت ہوا۔

رات ہی رات میں باڑہ گرا دیا:

آپ کے گاؤں میں ایک باڑھ تھا بلکہ کہنا چاہئے کہ بدعات ورسوم کا اڈہ تھا لوگ اس کا احترام بالکل اسی طرح کرتے تھے جیسے مساجد اور شعائر اسلامی کا کیا جاتا ہے، حضرتؒ کو معلوم تھا کہ ایسی چیزوں کا احترام نہ صرف شرک ہے بلکہ دھیرے دھیرے شرک کی ایسی شکل اختیار کر سکتا ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اڈہ بنا سکتے ہیں۔

حضرت نے لوگوں کو سے فرمایا کہ یہ باڑہ فوری طور پر توڑا جانا چاہئے ورنہ آگے چل کر بہت سے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، لوگ آپ کی گفتگو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے تو حضرتؒ تن تنہا کفن بردوش ہو کر اور ہاتھ میں تلوار لے کر نکلے اور یہ اعلان کرتے ہوئے باڑہ کی طرف گئے کہ میں باڑہ توڑنے جا رہا ہوں جس میں ہمت ہو وہ آئے اور مجھے باڑہ توڑنے سے روکے۔ قسم ہے اس اللہ پاک کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے روکنے والے کا سر قلم کر دوں گا۔

یہ اعلان کیا تھا وارننگ تھی، کفر وبدعت میں کبھی بھی حوصلہ نہیں رہا ہے، حوصلہ صرف اہل ایمان کے پاس ہوتا ہے، حضرتؒ کے ہاتھوں کو باڑے کی تخریب سے روکنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی، سبھی لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے۔

حضرتؒ باڑہ کے پاس پہنچے تلوار ایک طرف کھڑی کر دی اور کلہاڑی

سے لے سنت ابراہیم پر عمل شروع کر دیا۔

رات کے سناٹوں میں باڑہ توٹنے اور بکھرنے کی لطف انگیز آوازیں ابھرتی اور چہار سو بکھرتی رہیں، علامہ صاحب اپنے کام میں لگے رہے اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ صبح ہوئی تو باڑہ اپنا منحوس وجود دھو چکا تھا۔

پوکھر ندی میں اشنان:

حضرتؒ کے گاؤں کے پاس ہی ایک ندی ہے جس کو پوکھر کہتے ہیں، لوگ اس ندی کو مقدس تصور کرتے تھے، اس کے تقدس کا اظہار یوں کرتے تھے کہ سال میں کچھ مخصوص ایام میں مرد وعورتیں جمع ہو کر پوکھر ندی میں نہانے کے لئے جاتے اور نہا کر یوں محسوس کرتے گویا ان کے گناہ دھل گئے ہوں، حالانکہ گناہوں کی نحوست، شرک کی لعنت، کفر کی مشابہت سب کچھ اپنے گلے لگا کر وہاں سے لوٹتے تھے۔

حضرتؒ کو یہ شرمناک رسم بھی گراں گزرتی تھی، پہلے تو پیار ومحبت سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب آپ کی بات پر کسی نے دھیان نہیں دیا تو ایک دن لاٹھی اٹھائی اور دریا کی طرف اعلان کرتے ہوئے چلے کہ جس کو اپنی جان پیاری ہو وہ یہاں سے بھاگ جائے اور آئندہ کبھی نہ آئے، لوگوں نے آپ کے غصہ اور ارادہ کو بھانپ لیا اور گاؤں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس تاریخ کے بعد سے پوکھر ندی الحمدللہ شرک اور بدعت سے محفوظ ہو گئی۔

سند حدیث:

میں نے پوچھا کہ آپ کی سند حدیث کیا ہے؟ فرمایا کہ نصر الباری کی پہلی جلد میں لکھی ہوئی ہے، اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ نصر الباری سے آپؒ کی سند حدیث نقل کردوں تا کہ حضرتؒ کے جملہ شاگردوں کیلئے اپنی سند کا حصول آسان ہوجائے۔

"قال العبدالضعیف محمدعثمان غنی بن مولوی عبدالله الصدیقی حدثناشیخ الاسلام السیدحسین احمدالمدنی،قال حدثناشیخ الهندمحمودحسن الدیوبندی عن شیخه الحجة العارف محمدقاسم النانوتوی وعن شیخه المحدث الفقیه الشیخ رشیداحمدالکنکوهی کلاهماعن المحدث الشیخ عبدالغنی المجددی الدهلوی وعن الشیخ احمدعلی السهارنفوری وعن الشیخ محمد مظهرالنانوتوی وعن الشیخ القاری عبدالرحمن الفافیفتی وهولاء الاربع عن الشیخ المحدث محمداسحق الدهلوی عن جده لامه المحدث الحجة الشاه عبدالعزیز الدهلوی عن والده الامام الشاه ولی الله الدهلوی واسانیده الی اصحاب السنن مذکورة فی رسالته "الارشادالی مهمات علم الاسناد"

درس حدیث:

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ ان اصحاب باتوفیق میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تدریس کے لئے قبول فرمالیا تھا، چنانچہ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد سے حیات مستعار کی فراغت تک آپ کا محبوب مشغلہ خدمت حدیث ہی رہا، چاہے تدریسی میدان سے ہو یا تصنیفی لائن دونوں میدانوں میں علامہ صاحب اپنے معاصرین کے لئے قابل رشک تھے گویا آپ کی حیات مبارکہ حدیث نبوی **نضر الله امرء اًسمع مناشیئاًفبلغه کماسمعه،فرب مبلغ اوعی من سامع**۔ سے عبارت تھی، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اور ہمہ وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال طیبات ذہن ودماغ میں گردش کرتے رہتے تھے، حالانکہ آپ درس نظامی پڑھے ہوئے تھے جہاں بیسیوں علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں، جہاں احادیث کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بعض کتابیں رٹائی اور حفظ یاد کرائی جاتی ہیں لیکن علامہ صاحب کو بچپن ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق، آپ کی احادیث سے خصوصی لگاؤ اور آپ کی سیرت مبارکہ سے فطری محبت تھی اس لئے علامہ صاحب نے دیگر علوم وفنون کو وہ اہمیت نہ دی جو حدیث شریف کو دی گویا:

ما آنچہ خوانده ایم فراموش کرده ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

کوعملی جامہ پہنا کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان گرامی کا مصداق بن گئے۔

نضر اللّٰہ امرء اَسمع مناحدیثاًفحفظہ حتیٰ یبلغہ غیرہ،فرب حامل فقہ الیٰ من ھو افقہ منہ ورب حامل فقہ لیس بفقیہ۔

شاعر نے سچ کہا ہے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

تدریسی زندگی:

۱۹۵۵ء میں مدرسہ رشید العلوم چترا (جھارکھنڈ) میں **مسلم اور ترمذی** کا درس دیا پھر مدرسہ حسینیہ گریڈیہہ اور مدرسہ حسینیہ ڈیگھی بھاگل پور میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۹۶۳ء میں مدرسہ عالیہ فرفرہ ضلع ہگلی میں بارہ سال تک خدمت حدیث میں مشغول رہے پھر دارالعلوم تاراپور (گجرات) تشریف لے گئے اور یکسوئی کے ساتھ حدیث کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ دارالعلوم تاراپور میں کئی سال بخاری شریف وترمذی وغیرہ کا درس دیا۔

مظاہر علوم میں:

آپ کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے ذہنی عقیدت، قلبی محبت اور فکری مناسبت تھی اس لئے گجرات میں خدمت حدیث انجام دینے کیساتھ حضرت فقیہ الاسلام سے گاہے گاہے شرف ملاقات وزیارت کیلئے حاضر ہوتے رہتے، تمنا بھی آپ کی یہی ہوتی کہ مفتی صاحب کی خدمت میں زیادہ دیر رہ کر اکتساب فیض کیا جائے، چنانچہ **۹ رشوال المکرم ۱۴۰۹ھ (۱۹۸۹ء)** میں حضرت فقیہ الاسلام نے آپ کو حکم دیا کہ گجرات سے مظاہر علوم آجاؤ، یہ سننا تھا کہ آپ کی گویا مانگی مراد پوری ہوگئی، آپ نے حکم کی فوری تعمیل کی اور مظاہر علوم کی اُس مسند حدیث کو زینت بخشی جس کو محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبد الرحمن کامل پوریؒ، حضرت مولانا عبد اللطیف پورقاضویؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ جیسی بے شمار شخصیات نے اپنے علوم وفیوض اور افکار و تجلیات سے بقعۂ نور بنایا تھا۔

گویا بیس سال سے زائد عرصہ تک آپؒ نے مظاہر علوم (وقف) سہانپور کی مسند حدیث سے قال اللہ اور قال الرسول کے زمزمے گنگنائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہزار ہا شاگردان رشید کے دل کی دنیا روشن اور فکر کی

کھیتی شاداب فرمائی۔ گویا

میں چمن کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کرمرے نالے غزل خواں ہوگئیں

احقر کا امتحان داخلہ:

۱۹۹۳ء میں احقر جب مظاہر علوم میں بغرض داخلہ حاضر ہوا، موقوف علیہ میں داخلہ کا امیدوار تھا، جلالین وغیرہ کا امتحان داخلہ حضرت علامہ صاحبؒ کے پاس تجویز ہوا، ایک تو علامہ صاحبؒ کی ہیئت اور ہیبت پہلے ہی سے ہمارے دلوں میں قائم تھی، اب امتحان بھی علامہ صاحبؒ ہی کے پاس تجویز ہوا، میں بہت گھبرایا کہ اب کیا ہوگا؟ ہمارے بعض رفقاء کا امتحان استاذ محترم مولانا محمد قاسمؒ کے پاس تجویز ہوا، اور وہ پاس بھی ہوگئے مگر میرا امتحان ایک ایسی شخصیت کے پاس تھا جو اپنی تیز آواز، مرعوب کن شکل اور (حضرت مفتی مظفر حسینؒ کے بعد) سب سے بڑے استاذ تھے اس وجہ سے مرعوب ہونا فطری بات تھی، بہرحال ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے حضرت کی خدمت میں پہنچے، آپ نے پروقار انداز میں نام اور مطلوبہ جماعت پوچھی، میں نے فوراً جواب عرض کیا، فرمایا کہ ’’جلالین شریف میں جہاں سے مرضی ہو وہاں سے پڑھ دو،، احقر نے موقع غنیمت سمجھا اور دوسرے پارہ کے شروع سے کچھ عبارت پڑھی اور ابھی

ترجمہ کی نوبت بھی نہیں آئی تھی کہ فرمایا بس جاؤ امتحان ہوگیا! مجھے پوری توقع تھی کہ حضرت نے فیل ہی کیا ہوگا مگر دفتر تعلیمات کے نتائج دیکھ کر بہت مسرور ہوا کہ حضرت علامہ صاحبؒ نے احقر کو اٹھارہ نمبرات عنایت فرمائے تھے، اس وقت مدرسہ کے قانون کے مطابق ۱۷، ۱۸ نمبرات والے طالب علم کھانا، ماہانہ وظائف، لحاف اور پاپوش وغیرہ کے حقدار ہوتے تھے۔ یہ حضرت سے احقر کی پہلی ملاقات تھی۔

ششماہی امتحان:

جیسا کہ عرض کیا کہ حضرت کی شکل اور آواز دونوں بہت بارعب تھیں اس لئے عام طور پر طلبہ آپ کی خدمت میں نہیں جاتے تھے، سو میں بھی نہیں گیا، موقوف علیہ کے بعد دورۂ حدیث شریف پڑھا اور آپؒ سے بخاری شریف جلد اول وثانی، مسلم شریف، طحاوی شریف اور مؤطا امام محمد پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

(بخاری شریف جلد اول کا سبق فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ کے یہاں تھا لیکن اسی سال حضرت مفتی صاحبؒ مظفر نگر کے ایک گاؤں تشریف لے گئے، تہجد کے وقت وضو کر کے اٹھتے وقت چکر آ گیا اور حضرت مفتی صاحبؒ زینوں پر گر گئے، سر میں شدید چوٹیں آئیں، علاج کا سلسلہ شروع ہوا، اس لئے بخاری شریف جلد اول کا باقیماندہ

حصہ بھی حضرت علامہ صاحبؒ نے پڑھایا تھا)

ششماہی امتحان میں ترمذی شریف کا امتحان حضرت علامہؒ سے متعلق تھا، احقر کا پرچہ سامنے آیا اور خدا جانے کس وجہ سے حضرت نے مجھے پورے بیس نمبر عنایت فرمائے اور اپنے ایک خادم محمد یوسف ارریاوی سے پوچھا کہ ناصر کون ہے؟ خادم نے مجھے بتایا کہ حضرت علامہ صاحب تمہاری بابت معلوم کرر ہے تھے (میں نے فوراً سوچا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترمذی کے پرچہ میں حضرت نے فیل کر دیا ہوگا) محمد یوسف نے یہ بھی بتایا کہ حضرت نے بلایا ہے؟ اس وقت دیوبند سے دو ساتھی طلبہ بھی آئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ جب حضرت نے تمہیں بلایا ہے تو ہم دونوں بھی ساتھ چلیں گے کیونکہ بہت دنوں سے حضرت کی ملاقات اور زیارت کا اشتیاق ہے، یہ سہ نفری جماعت دارقدیم حضرت کے حجرہ کے لئے روانہ ہوئی (اس وقت حضرت کا حجرہ دارقدیم میں جانب جنوب دوسری منزل پر انجمن ہدایت الرشید کے سامنے تھا) حضرت کا دروازہ بند تھا، اندر حضرت لکھنے میں مصروف تھے، طالب علمی کے زمانہ میں شعور بھی کچھ اس قسم کا تھا کہ غلطی سے دروازہ کو تھوڑا سا کھسکا کر جھانکا، اندر سے رعب دار بلکہ گرجدار آواز میں سوال ہوا ''کون ہے'' آواز کا سننا تھا کہ مارے خوف کے تینوں ساتھی بھاگ کر نیچے پہنچ گئے۔

استاذ کا عکس جمیل

آپؒ چونکہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے اور استاذ

کا اثر شاگردوں میں آنا فطری ہے، حضرت علامہ صاحبؒ حضرت شیخ الاسلامؒ کی طرح بیباک، نڈر، حق گو، حق جو، حق پسند اور حق شناس تو تھے ہی اخلاق وتواضع کا بے مثال پیکر دلنواز بھی تھے۔

تقویٰ وتدین:

تقویٰ وتدین بھی مثالی تھا، پاک وپاکباز زندگی بسر کرتے، دنیا اور دنیاوی جھمیلوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے، فتنہ کو نہ پسند کرتے اور نہ ہی کسی ذات یا ادارہ میں پسند فرماتے، ایک بار تقریباً ایک ماہ سخت علیل رہے، اس درمیان اسباق نہیں پڑھا سکے چنانچہ ایک رقعہ دفتر مالیات کو لکھا کہ چونکہ اس ماہ علالت کی وجہ سے اسباق نہ پڑھا سکا اس لئے ان ایام کی تنخواہ وضع کر لی جائے۔

حضرت مدنیؒ سے عشق:

یوں تو حضرت والا فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے دست حق پرست پر بیعت وخلافت کے باعث تھانوی مسلک ومشرب میں شامل ہو گئے لیکن حضرت مدؒ چونکہ آپ کے نہایت ہی مشفق استاذ تھے اس لئے اپنی خصوصی مجلسوں میں اخیر تک حضرت مدؒ کا تذکرہ نہایت ہی البیلے انداز میں فرماتے رہے۔ بات بات پر حضرت مدؒ کے قصص وواقعات بیان فرماتے، کبھی کبھی واقعہ بیان کرتے کرتے جذباتی

ہو جائے اور کبھی کبھی آبدیدہ بھی۔

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ:

میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ کیا حضرت تھانویؒ اور حضرت مدؒ ایک دوسرے کے مخالف تھے؟ فرمایا متعصب اور متشدد لوگوں نے خواہ مخواہ پروپیگنڈہ کیا ہے ورنہ نہ تو حضرت مدؒ حضرت تھانویؒ کے مخالف تھے اور نہ ہی حضرت تھانویؒ حضرت مدنیؒ کے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مدؒ ایک دفعہ حضرت تھانویؒ کے پاس پہنچے تو رات ہو چکی تھی، وہاں کا گیٹ حسب معمول وقت مقررہ پر بند ہو چکا تھا تو حضرت مدؒ نے نہ تو دروازہ کھٹکھٹایا نہ ہی کسی اور ذریعہ سے اطلاع کرائی بلکہ باہر ایک چبوترہ تھا حضرت مدنیؒ اپنے خدام کے ساتھ اسی چبوترہ پر لیٹ گئے صبح حضرت تھانویؒ جب بیدار ہوئے اور حسب معمول باہر نکلے تو حضرت مدؒ کو چبوترہ پر آرام کرتے ہوئے پایا، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت! اطلاع کرادی ہوتی، حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ نہیں نظام الاوقات میں دخل انداز ہونا اچھا نہ تھا اس لئے اطلاع نہ کرائی، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اس کے بعد باقاعدہ تحریر لکھوا کر حضرت مدنیؒ کو اس سلسلہ میں تمام اصول وقواعد سے مستثنیٰ فرمادیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے مخالف قطعاً نہ تھے البتہ سیاسی معاملہ میں حضرت تھانویؒ ذہنی طور پر مسلم لیگ سے قریب تھے جب کہ حضرت مدؒ کانگریس سے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت مدنیؒ:

پھر فرمایا کہ میاں! ان بزرگوں نے اپنے کردار و عمل سے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جن پر عمل کر کے انسان اللہ کا ولی بن سکتا ہے، چنانچہ مظفر نگر کے ایک گاؤں کھتولی میں تبلیغ کا جلسہ تھا جس میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ مدعو تھے، اسی گاؤں میں ایک اور جگہ پروگرام تھا جس میں حضرت مدؒ مدعو تھے، حقیقت یہ تھی کہ منتظمین نے ایک دوسرے کی مخالفت میں ان بزرگوں کو مدعو کیا ہوا تھا اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی تشریف آوری سے لاعلم رکھے گئے، چنانچہ جب حضرت مولانا محمد الیاسؒ کھتولی پہنچے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسی گاؤں میں ایک دوسری جگہ پروگرام ہے جس میں حضرت مدؒ تشریف لائے ہوئے ہیں تو حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے فرمایا کہ حضرت مدؒ کا اسی گاؤں میں تقریری پروگرام ہے اس لئے یہ پروگرام کینسل کیا جاتا ہے سبھی لوگ حضرت مدؒ کے بیان سے استفادہ کے لئے وہاں تشریف لے جائیں۔ ادھر حضرت مدؒ کو پتہ چلا کہ اسی گاؤں میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا تقریری پروگرام ہے تو حضرت مدؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا اسی گاؤں میں تقریری پروگرام ہے اس لئے سبھی لوگ اس میں شرکت کے لئے پہنچیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جلسہ نہ تو ادھر ہوا اور نہ ہی ادھر ہوا لیکن ان دونوں

بزرگوں نے اپنے عدیم النظیر کردار وعمل سے بعد والوں کے لئے ایسے رہنما اصول چھوڑ دیئے جن کو اختیار کر کے ہم لوگ دین اور دنیا دونوں جہاں میں فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

خوردنوازی:

اپنے بڑوں کا احترام تو دنیا کرتی ہے لیکن اپنے چھوٹوں حتیٰ کہ اپنے شاگردوں کا اکرام حضرت علامہ صاحب علیہ الرحمہ کی اہم ترین خوبی تھی، مدرسہ کے اسباق اور فرض نمازوں کے علاوہ آپ کا پورا وقت حدیث شریف کی معروف کتاب بخاری شریف کی شرح ''نصرالباری'' کے لکھنے میں صرف ہوتا تھا، اسی لئے اگر کوئی طالب علم بلا ضرورت آپ کے پاس پہنچ جاتا تو خفگی اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرماتے اور وقت کی قدر وقیمت کا احساس دلاتے۔

ایک بار راقم حاضر خدمت ہوا، دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کی اچھی خاصی تعداد کچھ کمرے کے اندر تھی اور کچھ کمرے سے باہر، احقر حضرت کی خدمت میں پہنچا اور طلبہ کی بھیڑ کی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ

''آج حضرت مولانا محمد یونس صاحب مسلسلات پڑھا رہے ہیں اس لئے یہ دیوبند کے طلبہ آئے ہوئے ہیں، میں ان لوگوں سے بار بار کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے جاؤ تا کہ میرا تصنیفی نقصان نہ ہو لیکن دس جاتے ہیں تو بیس نئے آجاتے ہیں''۔

تواضع:

ایک بار رات میں آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی، رات ہی کو سہارنپور کے سرکاری ہوسپٹل میں ایمرجنسی وارڈ میں داخل کئے گئے، عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا، دور ونزدیک سے اہل علم واہل تعلق آنے لگے، طبیعت نے سنبھالا لیا تو پھر مدرسہ آگئے، میں اپنے دوست حضرت مولانا ابوالکلام قاسمی صاحب کے ہمراہ آپ کے حجرہ میں پہنچا تو حضرت نے دیکھتے ہی خدام سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو! میں نے عرض کیا کہ حضرت لیٹے رہئے اسی میں آپ کو سکون ہے، فرمایا کہ آپ لوگوں کی موجودگی میں لیٹنا اچھا نہیں لگتا۔ یہ حضرتؒ کے تواضع اور خوردنوازی کی عجیب وغریب مثال ہے۔

اسی طرح حضرت والا القاب وآداب بھی نہیں پسند فرماتے تھے ،نصرالباری کے ٹائٹل پر جو القاب چھپے ہوئے ہیں وہ ناشر نے اپنی عقیدت ومحبت میں کتابت کرادیئے تھے۔

اپنی کتابوں میں جہاں کہیں دستخط فرماتے تھے وہاں عبارت تقریباً یہ ہوتی تھی ''**وانا افقر عباد اللہ الرحمن المدعو بمحمد عثمان غفر لہ اللہ الغفران**''

چائے اور ''وائے''

طالب علمی کے زمانے میں تونہیں البتہ فراغت کے بعدجب حضرت کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع ہواتو بہت شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، عموماًباصرار چائے پلاتے تھے اور چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ کھانے کی چیز بھی عنایت فرماتےجس کوآپ مخصوص لہجےاوراصطلاح میں ''وائے'' فرماتے تھے۔

سادگی:

آپ شکلاً وصوتاً بہت بارعب تھے، چندسال پہلے تک دارالحدیث میں بغیرمائک کے بلاتکلف پڑھاتے تھے،آنکھیں بھی بہت بارعب تھیں،نوے سال سے زائد عمر پائی مگر چشمہ کی کبھی ضرورت محسوس نہ ہوئی ، اصول کے بڑے پابند، ترک مالایعنی پرکاربنداورسادگی پسند تھے،میں نے ایک بارجرآت وجسارت کومجتمع کر کے اورسابقہ شفقتوں کے مدنظرعرض کیا کہ حضرت آپ توقاسمی ہیں اورقاسمی حضرات مظاہری حضرات کی طرح اتنے سادگی پسندنہیں ہوتے ،ٹیپ ٹاپ،بول چال،نشست وبرخاست ہرچیزمیں قاسمی حضرات منفردشان کے مالک ہوتے ہیں مگرآپ کے اندروہی مظاہریوں والی سادگی ہے کیاوجہ ہے؟ فرمایا کہ ایک توقاسمی حضرات کے بارے میں تمہارا جونظریہ ہے وہ غلط ہے ،سادگی جزء ایمان ہے،البتہ آج کل سادگی کے بارے میں جوتصورقائم کرلیا گیاہے وہ غلط ہے،سادگی کامطلب یہ نہیں ہے کہ کپڑے گندے پہنے جائیں،سادگی کامطلب یہ

نہیں ہے کہ ہفتوں بدن کوپانی سےمحروم رکھاجائے ،سادگی اس کونہیں کہتے کہ اچھی چیزموجودہوتے ہوئے خراب چیزکھائی جائے ،اسی وجہ سے اسلام نے رہبانیت سے منع کیاہے،آپ ﷺ نے فرمایا**لارھبانیة فی الاسلام**اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت دی ہے، بقدرضرورت رزق عطافرمایاہے، وسعت اورکشادگی ہےتواس کااثرتمہارےجسم پرمحسوس ہوناچاہئے ۔احقر نےعرض کیا کہ حضرت یہ حدیث کہاں ملےگی توابوداؤدشریف کھول کرمیرے سامنےرکھی وہ حدیث یہ ہے

عن ابی الاحوص عن ابیه قال اتیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی ثوب دون فقال ألک مال؟ قال نعم! قال من ای المال؟قال قداتانی اللّٰہ من الابل والغنم والخیل والرقیق،قال فاذاأتاک اللّٰہ مالافلیراثرنعمة اللّٰہ علیک وکرامته۔(ابوداؤد ۲/۵۶۲)

حضرت ابوالاحوص اپنے والد سےنقل کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہن کرحاضرہواتوآپ نے پوچھا کہ کیاتمہارے پاس مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مال تو ہے،آپ نے پوچھا کہ کس قسم کامال ہے؟ میں نےعرض کیا کہ مجھے اللہ نے اونٹ، گائے ،بکریاں،گھوڑے اورغلام ہر طرح کامال عطاکیاہے! یہ سن کرآپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب اللہ نےتم کو مال سےنوازاہےتولازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کااثرتمہارے بدن پرظاہرہو۔

صبر وشکر:

آپ کے علمی کارناموں اور تصنیفی وتالیفی خدمات کو دیکھ کر عام طور پر لوگ یہ محسوس کریں گے اور دستور دنیا بھی یہی ہے کہ کوئی بھی اہم علمی کام کرنے والوں کے لئے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کی جاتی ہیں، ذہنی سکون کیلئے ہر ممکن خیال رکھا جاتا ہے، غذاؤں کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے لیکن حضرت علامہ صاحب کا معاملہ بالکل برعکس تھا، آپ کی غذائیں بالکل سادہ تھیں، مدرسہ سے قیمتاً کھانا جاری تھا وہی برضاورغبت نوش فرمالیتے تھے، بیوی بچے آپ کے وطن مالوف میں رہے، اس لئے بیماری کے ایام میں بھی خاطر خواہ پرہیز نہ کرسکے، اگر ڈاکٹروں نے مدرسہ کی نان اور دال کے بجائے چپاتیاں اور معقول سبزیاں کھانے کا مشورہ دیا تو یہاں بھی علامہ صاحب مجبوراً پرہیز نہ کرسکے بایں ہمہ صبر وشکر اور حمد وثنا سے آپ کی زبان مبارک ہمیشہ رطب اللسان رہی، کسی چیز کی فرمائش تو دور کی بات ہے کسی بھی اچھی غذا کی خواہش بھی زبان پر نہ لاتے، عموماً اتنے بڑے محدثین کے حجرے اور آرام گاہیں نہایت کشادہ اور آرام دہ ہوا کرتی ہیں، حجرے کے اندر ایک اور حجرہ ہوتا ہے جہاں شور وشرابہ سے بچا جاسکے، جہاں یکسوئی کے ساتھ علمی وتصنیفی امور میں مشغول رہا جاسکے لیکن حضرت علامہ صاحبؒ انتقال سے دو ماہ پہلے تک مظاہر علوم کی تیسری منزل کے ایک چھوٹے

سے کمرے میں قیام پذیر رہے، درس وتدریس کیلئے دوسری منزل پر واقع تاریخی دارالحدیث میں تشریف لاتے پھر جب ایک سڑک حادثہ میں پیروں سے معذور ہوگئے تو طلبۂ کرام کرسی یا وہیل چیئر پر بٹھا کر دارالحدیث پہنچاتے تھے، اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر جانے آنے میں غیر معمولی تکلیف برداشت کرتے رہے لیکن اللہ کے اس صابر وشاکر بندے کی زبان مبارک پر کبھی کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

اخیر عمر میں تقریباً دو ماہ پہلے دارالحدیث سے متصل جناب مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہٗ ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) نے ایک اچھا سا حجرہ آپ کے لئے تیار کرایا اور آپ اس میں منتقل ہوگئے تھے۔

اِن سطور کے لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آئندہ سطور میں حضرت علامہ صاحبؒ کے جن علمی کارناموں کا ذکر خیر ہونے جارہا ہے اس کے تناظر میں قارئین کرام یہ نہ سوچنے لگیں کہ حضرت کے پاس خدام کی ایک فوج ہوگی جو زیر تحقیق موضوع پر کتابیں ہاتھ میں تھامے خاموشی کے ساتھ دست بستہ کھڑے ہوں گے۔ یا کوئی ایسی کمپیوٹرائز سہولت ہوگی کہ کوئی بھی حدیث بٹن دباتے سامنے ہوگی۔

آپ کی نظر میں حضرت فقیہ الاسلام کا مقام:

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے انتقال پر ملال کے

بعد جب ماہنامہ آئینۂ مظاہر علوم کا خصوصی شمارہ ''فقیہ الاسلام نمبر'' شائع کرنے کا فیصلہ ہوا تو دیگر جلیل القدر علماء و اکابر کے حضرت علامہ صاحب سے بھی درخواست کی کہ چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ سے آپ کا تعلق قدیم ہے اور معاصر بھی ہیں اس لئے اپنے تعلق کی مناسبت سے ایک مضمون تحریر فرمادیں؟ فرمایا کہ میں مضمون لکھنے پر قادر نہیں ہوں! میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی متعدد تصانیف میرے علم میں ہیں، خود نصر الباری (اس وقت تک صرف تین جلدیں شائع ہوئی تھیں) میرے پاس ہے، جو شخص اتنی ضخیم شرح لکھنے پر قادر ہو اس کے لئے چند صفحات کا مضمون لکھنا دشوار نہیں ہوسکتا! فرمایا کہ مضمون کا انداز اور ہوتا ہے، شرح کا اور۔

احقر نے سمجھ لیا کہ حضرت اس طرح نہیں لکھیں گے، اس لئے ازراہ گفتگو پوچھا کہ مظاہر علوم تشریف آوری کب ہوئی اور کیا وجوہات رہیں فرمایا کہ

''آج (ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ) سے تقریباً ۲۰ رسال قبل حضرت فقیہ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ سے احقر کی پہلی ملاقات ہوئی پھر چند روز حضرت کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا، اس دوران حضرتؒ اس ناکارہ کو اپنے ساتھ مختلف تقریری پروگراموں میں شرکت کیلئے اپنے ساتھ لے گئے اور حضرتؒ کے حکم سے احقر کو مختلف مواقع پر تقریر کرنے کا موقع ملا، اس زمانے میں یہ ناکارہ دارالعلوم تاراپور گجرات میں خدمت حدیث میں مصروف تھا اور احقر کا یہ معمول بن چکا تھا کہ گجرات سے واپس مکان (بیگوسرائے) جاتے ہوئے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات اور زیارت کیلئے سہارنپور

قیام کرتا اور حضرتؒ کی مبارک صحبت سے فیضیاب ہوتا، ایک بار احقر حسب معمول سہارنپور حاضر ہوا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے ارادتمندوں میں اس سیہ کار کا نام بھی شامل فرمالیا۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔**

خلعت خلافت واجازت سے مالا مال ہو کر احقر دارالعلوم تاراپور گجرات چلا گیا، تین سال کے بعد جب چوتھی مرتبہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت والاؒ نے اپنے قلم سے خلافت نامہ بھی عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کم از کم دس لوگوں کو بیعت کرو، بارگاہ عالیہ سے اجازت کے بعد اسی سال امریلی شہر میں احقر کے دس روز تک تقریری پروگرام ہوتے رہے، تقریری سلسلہ کے بعد کچھ دیندار حضرات بیعت کے طالب ہوئے، احقر نے ان سے وعدہ کرلیا اور اسی روز بعد نماز مغرب میں نے دیکھا کہ دس حضرات اسی تمنا اور امید پر موجود ہیں کہ ان کو سلسلۂ مسترشدین میں داخل کروں؟ میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ مرشد گرامی نے جتنی تعداد بتلائی تھی ٹھیک وہی تعداد یہاں موجود تھی۔

تقریباً ۶ رسال کے بعد حضرت مرشد گرامی کے حکم سے یہ ناکارہ مظاہر علوم (وقف) حاضر ہوگیا اور احقر کی تمنا جو حضرت مرشد گرامی کے ساتھ رہنے کی تھی وہ پوری ہوگئی، احقر کا معمول بن گیا کہ عصر اور مغرب کے بعد حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتا اور اپنے دل کی دنیا روشن کرتا، احقر کو جب کبھی کسی مسئلہ کے سلسلہ میں خلجان اور تردد ہوتا تو بلا تکلف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مسئلہ پوچھتا تو حضرتؒ فوراً کسی خادم کو حکم فرماتے کہ شامی کی فلاں جلد لاؤ اور شامی لائی جاتی حضرتؒ ایک اندازے کے مطابق شامی کھولتے اور دو ایک صفحات ادھر ادھر پلٹتے اور فوراً انگلی رکھ کر فرماتے کہ یہ ہے مسئلہ!

برسہا برس یہ معاملہ رہا حدیث سے متعلق ہو یا فقہی مسائل، حضرتؒ
برجستہ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرماتے تھے، موجودہ دور میں پورے
ملک میں بلا کسی مبالغہ احقر نے اتنا بڑا فقیہ، محدث اور عالم نہیں دیکھا، آپ
کی کون سی خوبی لکھوں میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرتؒ سراپا خوبی تھے
اور ان کی پوری زندگی سنت نبوی ﷺ سے عبارت تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو
جنت الفردوس میں جگہ دے''۔ (فقیہ الاسلام نمبر)

مندرجہ بالا معلومات کی روشنی میں احقر نے ایک مختصر مضمون لکھ کر حضرت
کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت یہ آپ کا مضمون ہے، فرمایا کہ
میں نے تو لکھا نہیں؟ عرض کیا کہ حضرت پڑھ لیجئے اور پھر فرمائیے کہ آپ کی
طرف انتساب صحیح ہے یا غلط، چنانچہ حضرتؒ نے پورا مضمون پڑھ کر نہ صرف
دعا دی بلکہ اشاعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اور پوچھا کہ تم نے ندوۃ العلماء
میں بھی تعلیم حاصل کی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں! فرمایا تو لکھنے پر قدرت کیسے
حاصل ہوئی؟ عرض کیا کہ یہ تو حضرت مولانا انعام الرحمن تھانویؒ کا فیض
ہے، میں نے اُن ہی سے قلم پکڑنے اور چند سطور لکھنے کا فن سیکھا ہے۔

ایکسیڈنٹ:

۲۰ راپریل ۲۰۰۰ء کو حضرت علامہ صاحبؒ، حضرت مولانا احمد نصر
بنارسی صاحب مدظلہ کے ہمراہ بہار کے ایک جلسہ میں شرکت کیلئے
تشریف لے گئے وہاں گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور حضرت والا دونوں

پیروں سے معذور ہو گئے، چلنے پھرنے پر قدرت نہ رہی، ہر ممکن علاج
کرایا مگر بے سود، حضرت فقیہ الاسلامؒ اس وقت حیات تھے، آپ کے
پاس تشریف لے گئے اور مزاحاً مسکراتے ہوئے فرمایا کہ علامہ صاحب! یہ
جو آپ کے ساتھ حادثہ ہوا ہے، اور آپ جو دونوں پیروں سے معذور ہو گئے
ہیں اس کی وجہ اور مصلحت پر بھی غور کیا کہ نہیں؟ علامہ صاحب نے
فرمایا کہ حضرت آپ ہی بتلا دیں؟ فرمایا تا کہ پھر آپ کہیں اِدھر اُدھر نہ
جائیں اور آرام سے بیٹھ کر ''نصر الباری'' مکمل فرمائیں۔

بہر حال یہ تو دو صاحب علم و رُوحانیت بزرگوں کی آپسی گفتگو تھی، لیکن
اگر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس حادثہ کے بعد نصر الباری کی
اگلی جلد یں جلد جلد شائع ہوئی ہیں۔

نصر الباری اور فیض الامامین:

تیرہ جلدوں پر مشتمل بخاری شریف کی اردو شرح ''نصر الباری'' کو
علمی طبقہ میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اور ہندو پاک و بنگلہ دیش سے بیک
وقت جس کثرت سے شائع ہو رہی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ''نصر
الباری'' دور حاضر میں اردو کی سب سے مقبول شرح ہے، اسی طرح اس
کتاب کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہ اُردو زبان میں بخاری کی پہلی مکمل
شرح ہے اس سے پہلے اردو کی مکمل شرح بخاری نہیں تھی۔

’’نصرالباری‘‘ کے بارے میں ایک باررفیق محترم مفتی محمودعالم صاحب رام پوری استاذ مظاہرعلوم وقف سہارنپور سے علامہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ’’میں عموماًرات کوتین بجے کے بعد نصرالباری لکھتاہوں،کبھی کبھی جنات دروازہ پردستک بھی دیتے ہیں مگر میں اپنے کام میں مشغول رہتاہوں‘‘۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ صاحب نے مظاہرعلوم کی اہم ترین تدریسی مشغولیتوں کے باوجود نصرالباری کی شکل میں جوعظیم الشان کارنامہ انجام دیاہے وہ محض توفیق الٰہی ہے،آپ کی یہ عظیم الشان حدیثی خدمت علمی حلقوں میں جس قدرمقبول ہے، کتابی دنیامیں بہت کم اس کی نظیرملتی ہے، سال میں کئی کئی ایڈیشن اس کتاب کے شائع ہوکرفروخت ہوجاتے ہیں،علماء وطلبہ کی ذاتی لاتبریریاں اورعام وخاص مدارس کے کتب خانے ’’نصرالباری‘‘ کے وجود سے الحمدللہ محروم نہیں ہیں،اہل علم کی زبانوں پر علامہ صاحب کانام اورطبقہ علماء میں علامہ صاحب کاکام بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ لیاجاتاہے۔

ذیل میں نصرالباری کی ہرجلدکے کل صفحات بشمول پارہ،باب نمبر اورسن طبع اول درج کیاجارہاہے تاکہ حضرات محققین ،عزیزطلبہ اورمعززعلماءکےلئے آسانی ہوسکے۔

جلدنمبر	کل صفحات	پارہ	باب نمبر	حدیث نمبر	طبع اول
۱	۵۵۷	۱	۱-۹۵	۱-۱۳۴	مارچ۱۹۹۷ء
۲	۴۷۲	۱-۲	۹۶-۲۲۸	۱۳۵-۴۱۵	جولائی۱۹۹۹ء
۳	۴۹۶	۲-۳	۲۲۹-۵۱۸	۴۱۶-۷۷۴	جون۲۰۰۱ء
۴	۵۱۹	۳-۵	۵۱۹-۸۴۷	۷۷۵-۱۲۵۸	دسمبر۲۰۰۲ء
۵	۶۰۰	۵-۸	۸۴۸-۱۲۷۸	۱۲۵۹-۱۹۲۷	نومبر۲۰۰۳ء
۶	۶۷۲	۸-۱۱	۱۲۷۹-۱۷۴۳	۱۹۲۸-۲۶۰۱	ستمبر۲۰۰۴ء
۷	۸۸۲	۱۱-۱۵	۱۷۴۴-۲۱۶۸	۲۶۰۲-۳۶۸۳	جنوری۲۰۰۶ء
۸	۵۵۲	۱۶-۱۸	۲۱۶۹-۲۲۵۹	۳۶۸۴-۴۱۴۶	مارچ۱۹۹۷ء
۹	۷۹۲	۱۸-۲۰	۲۲۶۰-۲۶۲۵	۴۱۴۷-۴۶۴۳	مارچ۱۹۹۷ء
۱۰	۶۳۲	۲۰-۲۴	۲۶۲۶-۳۰۸۴	۴۶۴۴-۵۳۹۳	جون۲۰۰۶ء
۱۱	۵۸۴	۲۴-۲۷	۳۰۸۵-۳۵۰۶	۵۳۹۴-۶۱۹۴	مئی۲۰۰۷ء
۱۲	۴۵۶	۲۷-۲۹	۳۵۰۷-۳۷۶۶	۶۱۹۵-۶۶۷۰	ستمبر۲۰۰۷ء
۱۳	۴۱۲	۲۹-۳۰	۳۷۶۷-۳۹۲۱	۶۶۷۱-۷۰۷۳	مئی۲۰۰۸ء

ابواب:

بہترسمجھتاہوں کہ ہرجلدمیں شامل جلی عناوین وابواب بھی لکھدئے جائیں تاکہ نصرالباری کی ہرجلدکے مشمولات واضح ہوکربیک نظرقارئین کرام کے سامنے آجائیں اورمطلوبہ باب اورحدیث تک رسائی آسان ہوسکے۔

جلداول:

کتاب الوحی۔ کتاب الایمان۔ کتاب العلم۔

جلددوم:

کتاب الوضوء ۔کتاب الغسل ۔کتاب الحیض ۔کتاب التیمم۔ کتاب الصلوۃ۔

جلدسوم:

کتاب الصلوۃ۔ کتاب مواقیت الصلوۃ۔ کتاب الاذان۔

جلدچہارم:

کتاب الاذان۔ کتاب الجمعہ۔ ابواب صلوۃ الخوف۔ کتاب العیدین ۔ابواب الوتر۔ابواب الاستسقاء ۔ابواب الکسوف ۔ابواب ماجاء فی سجود القرآن وسنتھا۔ابواب تقصیر الصلوۃ۔ کتاب التہجد۔ کتاب الجنائز۔

جلدپنجم:

کتاب الجنائز۔ کتاب الزکوۃ ۔کتاب المناسک۔ابواب العمرۃ۔ کتاب الصوم۔ کتاب صلوۃ التراویح۔ ابواب الاعتکاف۔

جلدششم:

کتاب البیوع ۔کتاب السلم ۔کتاب الکفالۃ۔کتاب الوکالۃ۔ابواب الحرث والمزارعۃ۔ کتاب المساقاۃ۔ کتاب فی الاستقراض۔ کتاب الخصومات۔ کتاب اللقطۃ۔ ابواب المظالم والقصاص۔ کتاب الشرکۃ۔ کتاب المکاتب۔ کتاب الشھادات ۔کتاب الصلح۔ کتاب الشروط۔ کتاب الوصایا۔

جلدہفتم:

کتاب الجھاد۔کتاب بدأالخلق ۔کتاب الانبیاء علیھم السلام۔ کتاب المناقب۔

جلدہشتم:

کتاب المغازی۔

جلدنہم:

کتاب التفسیر۔

جلددہم:

کتاب فضائل القرآن۔ کتاب النکاح۔ کتاب الطلاق۔ کتاب النفقات ۔کتاب الاطعمۃ۔کتاب العقیقۃ۔کتاب الذبائح والصید۔کتاب الاضاحی ۔کتاب الاشربۃ ۔کتاب المرضیٰ

۔کتاب الطیب۔

جلد یازدہم:

کتاب اللباس ۔کتاب الادب ۔کتاب الاستیذان ۔کتاب الدعوات۔کتاب الرقاق۔کتاب الحوض۔کتاب القدر۔

جلد دوازدہم:

کتاب الایمان والنذور۔کتاب کفارۃ الایمان ۔کتاب الفرائض ۔کتاب الحدود ۔کتاب المحاربین من اھل الکفروالردۃ۔کتاب الدیات۔ کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم ۔کتاب الاکراہ ۔کتاب الحیل ۔کتاب التعبیر۔کتاب الفتن۔

جلد سیزدہم:

کتاب الاحکام۔کتاب التمنی۔کتاب اخبار الآحاد۔کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔کتاب الرد علی الجھمیۃ وغیرھم التوحید۔

نصر الباری اور فیض الامامین:

ایک بار احقر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ آپ فرمار ہے ''نصر الباری دس جلدوں میں مکمل ہوگی'' فرمایا کہ

ارادہ تو یہی تھا لیکن دس سے زائد جلدوں کے بڑھنے کا امکان ہے۔ چنانچہ نصر الباری حضرت کی امید و توقع کے مطابق تیرہ جلدوں میں مکمل ہوئی۔

آپ کو نصر الباری کی تکمیل کا بہت فکر تھا ایک بار حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ آپ کے پاس تشریف لے گئے، دونوں حضرات بے تکلف گفتگو فرما رہے تھے، تذکرہ نصر الباری کا چل پڑا، حضرت مفتی صاحبؒ نے کام کی رفتار معلوم کی تو عرض کیا کہ

''حضرت! میں نے خصوصی اوقات میں خاص طور پر دعا مانگی ہے کہ یااللہ جب تک میری نصر الباری مکمل نہ ہو جائے مجھے نہ اٹھا، اور مجھے اپنی دعا کی قبولیت کا پورا یقین ہے، اس لئے میں درمیان میں کچھ وقت کے لئے نصر الباری کا کام روک کر جلالین پر کام شروع کر دیا ہے تاکہ اسی دعا کی برکت سے جلالین کا کام بھی ہو جائے''

چنانچہ جلالین کی شرح ''فیض الامامین'' کے نام سے لکھی جس کی پانچ جلدیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

فیض الامامین کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا کہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کو یہ کہتے ہوئے میں نے بگوش ہوش سنا ہے کہ

''مولانا محمد عثمان غنی کی فیض الامامین ان کی نصر الباری سے بھی زیادہ علمی ہے''

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ان سادہ اور مبنی برحقیقت جملوں کے بعد مزید کسی تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

بیعت واصلاح:

سلسلۂ تھانوی، رشیدی، خلیلی اور تھانوی کی خوبی یہ ہے کہ مسترشدین اپنے تعلق کو پردہ بلکہ صیغۂ راز میں رکھتے ہیں سو حضرت علامہ صاحبؒ بھی عموماً یہ راز ظاہر نہ فرماتے تھے۔

شروع شروع میں حضرت علامہ صاحبؒ نے بیعت واصلاح کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے قائم کیا تھا لیکن اس تعلق کی کوئی تحریر احقر کو نہیں مل سکی۔

۱۱رشعبان ۱۴۰۶ھ دوشنبہ بعد نماز عشاء فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کو خلعت خلافت عطا فرمائی۔

فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کو جو خلافت نامہ عطا فرمایا تھا اس کا متن درج ذیل ہے۔

''محترمی جناب مولانا مولوی محمد عثمان صاحب زید کرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے تمام احوال وکوائف ماشاء اللہ امید افزاء اور قابل مسرت ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق وترقیات عطا فرمائے (آمین)

آپ کی صحبت لوگوں کے لئے ان شاء اللہ مفید ومؤثر ہوگی، جو لوگ آپ کے پاس آئیں ان کے مناسب حال مفید باتیں نہایت خوش خلقی محبت اور نرمی سے بتاتے رہیں، لہٰذا حق تعالیٰ پر اعتماد کر کے آج مؤرخہ ۱۱رشعبان المعظم ۱۴۰۶ھ یوم دوشنبہ بعد نماز عشاء آپ کو اجازت بیعت وخلافت دیتا ہوں جو لوگ آپ کے پاس اصلاح وتربیت کے لئے آئیں ان کو سلسلہ میں شامل

فرمائیں اور صحیح طریق سے ان کی تربیت واصلاح فرماتے رہیں، چند امور کا انجام دینا لازم وضروری ہے۔۔

(۱) معاملات کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ عام طور سے اس کے اندر بہت کوتاہی ہوتی ہے۔

(۲) گناہوں سے اجتناب: یہ سب سے زیادہ مضر چیز ہے۔

(۳) معمولات کی پوری پابندی بالخصوص فرائض کا اہتمام، نماز تکبیر اولیٰ سے پڑھنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) تمام امور میں اتباع سنت نبوی کی کوشش رکھی جائے ورنہ کم از کم شریعت کے خلاف تو کوئی کام نہ ہو۔

(۵) پاکیزہ اخلاق پیدا کرنے اور رذائل کے ازالہ کی فکر دائمی طور پر کی جائے

۔

اپنے متعلق استحسان وتکمیل اور دوسروں کی تحقیر ذہن سے نکال دیں کہ یہی عجب ہے جو اس راہ میں سب سے زیادہ مہلک ہے اسی کے ساتھ اگر استحقار ناس بھی ہو تو تکبر ہے جس کی مذمت سے قرآن وحدیث لبریز ہے۔

اس اجازت پر بھروسہ کر کے ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ میں کچھ ہو گیا ہوں بلکہ اپنے کو بے حقیقت تصور کر کے مزید ترقی کی فکر میں لگے رہیں۔ ؎

اندریں رہ می تراش می خراش

تادم آخر دمے فارغ مباش

رُوحانی امراض کے علاج کا فکر ہر وقت رکھنا بہتر ہے، حضرت اقدس تھانویؒ کی کتابوں کا عموماً اور تربیت السالک انفاس عیسیٰ، الرفیق فی سواء الطریق، ضیاء القلوب، قصد السبیل کا خصوصاً بغور مطالعہ کرتے رہیں، مجھے

دعا میں فراموش نہ کریں اور میری حیات تک آنا جانا برقرار رکھیں، یہ نہ ہو تو خط و کتابت ہی کرتے رہیں، میرے حسن خاتمہ کی دعا اور کم از کم تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف نماز کے بعد پڑھ کر ثواب پہنچا دیا کریں"۔

مظفر حسین المظاہری

۱۱؍شوال ۱۴۰۶ھ

اسی طرح حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوریؒ نے بھی ۶؍ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ بروز جمعہ درج ذیل خلافت نامہ حضرت علامہ صاحبؒ کو تحریری طور پر عنایت فرمایا تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً امابعد!

چونکہ طریقۂ بیعت، طریقت متواتر اور عند الصوفیاء متوارث ہے۔ اور اس طریقہ کا ثبوت قرآن پاک اور سنت شریفہ سے ہے، اس وجہ سے اربابِ طریقت اپنے اپنے سلاسل سے اجازت بیعت، طریقت دیتے آئے ہیں، والہٰذا حضرت علامہ محمد عثمان غنی المعروف بالعلامہ شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور جو کہ سلسلہ رشیدیہ خلیلیہ سے منسلک ہیں اور سلسلہ رشیدیہ نہایت اقوم واصوب ،طریقہ ہے میں موصوف وممدوح کو اپنے مشائخ کی شرائط کے مطابق سلسلہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ میں بیعت لینے اور طالبین کی اصلاح کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے، ممدوح سے امیدوار ہوں کہ اپنے دعوات الصالحات میں اس حقیر فقیر کو فراموش نہ فرمائیں گے۔ فقط والسلام

عزیز الرحمن غفرلہ

مدنی دار المطالعہ مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور

۶؍ذی قعدہ یوم الجمعہ ۱۴۲۳ھ"

اور اس طرح حضرت علامہ صاحبؒ سلسلۂ مدنی و تھانوی کے حسین روحانی سنگم بن گئے۔

انداز تربیت:

اصلاح کا انداز بھی بڑا پیارا تھا، اپنے مسترشدین کو دینی کتب بالخصوص کتب حدیث کے مطالعہ کا حکم دیتے تھے، عجب و تکبر، ریا و سمعہ اور بداخلاقی سے بچنے کی تلقین و ہدایت فرماتے تھے، نماز باجماعت اور اوراد و اذکار کی نصیحت بھی فرماتے تھے۔ احقر کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی وفات کے بعد حدیث کے سلسلہ میں جب بھی مراجعت کی ضرورت پڑی تو دو حضرات سے کافی فائدہ پہنچا ہے جن میں سے ایک تو خود حضرت اقدس علامہ محمد عثمان غنی صاحبؒ تھے دوسرے حضرت مولانا زین العابدین مدظلہ العالی ہیں، اللہ تعالیٰ صحت و قوت کے ساتھ آپ کا سایہ دراز فرمائے۔

علمی رہنمائی:

کتاب مذکور احقر کے زیر ترتیب تھی، اس سلسلہ میں علامہ صاحبؒ سے بھی رجوع کیا اور عرض کیا کہ حضرت! عمارتوں کے سلسلہ میں افراط اور تفریط انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، اس سلسلہ میں پڑھے لکھے بھی اور غیر پڑھے لکھے دونوں اپنے کردار اور عمل سے ایک پلیٹ فارم پر نظر آرہے ہیں، چاہے دینی ادارے ہوں یا تجارتی مراکز سبھی ایک دوسرے

پر سبقت لے جانے کی فکر میں ہیں، نئے نئے ڈیزائن اور نئی نئی شکلیں اس
سلسلہ میں وجود میں آرہی ہیں،فرمایا کہ غلو کسی بھی چیز میں ہو غلط
ہے،ہمارے بزرگوں نے تو عبادات تک میں غلو سے احتیاط کا حکم
دیا ہے۔ چہ جائے کہ دنیاوی معاملات میں غلو کیا جائے جس سے دنیا میں
بھی نقصان اور آخرت میں خسران۔ پھر فرمایا کہ مسند احمد میں اس بارے
میں کئی احادیث موجود ہیں اسی طرح علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں
متعدد احادیث صرف اسی موضوع پر شامل فرمائی ہیں۔اسی طرح حدیث
جبرئیل کے اخیر میں علامات قیامت کے سلسلہ میں تذکرہ موجود ہے
لکھو اور مجھے بھی دکھاؤ۔

چنانچہ جب یہ کتاب تقریباً تیار ہوگئی تو علامہ صاحب کو دکھائی
فرمایا کہ کام تو اچھا کیا ہے لیکن جو احادیث بہت طویل ہیں ،جن میں
متعلقہ بحث کے علاوہ بھی مختلف ابحاث ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ حدیث
کے صرف اس حصہ کو لو جس سے تمہارے موضوع کو مناسبت ہو، چنانچہ
جب ایسا کیا گیا تو کتاب کی ضخامت کافی کم ہوگئی تو علامہ صاحب نے
فرمایا کہ اب اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب مکمل ہوگئی ہے۔

کرم نوازی کی ایک اور مثال:

اسی کتاب کی ترتیب کے دوران ایک حدیث مسند احمد میں ایسی ملی

جس کے الفاظ ناموس اور لغات مشکل ترین تھیں احقر کو ان الفاظ کا ترجمہ
مشکل محسوس ہوا، غالباً رات کے بارہ بجے تھے،احقر حضرت کی خدمت میں
پہنچا،حضرت حسب عادت نصرالباری کی تالیف میں مصروف تھے
،احقر سے آنے کی وجہ پوچھی ،عرض کیا کہ اس حدیث کا ترجمہ میرے بس
سے باہر ہے ،حضرت نے حدیث شریف دیکھی اور فوراً اس کا ترجمہ
تحریر فرما دیا،وہ حدیث اور ترجمہ برکت کے لئے آپ کی خدمت میں
پیش ہے۔

یجیئ یوم القیامة المصحف والمسجد والعترة فیقول المصحف یارب خرقونی ومزقونی ویقول المسجد یارب خربونی وعطلونی وضیعونی،وتقول العترة یارب طردونا وقتلونا وشردوناواٴ جثوبرکبتی للخصومة۔فیقول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ذلک الیَّ وانااولیٰ بذلک(رواہ احمد)

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں قرآن کریم مسجد اور
اولاد حاضر ہوگی ۔قرآن کریم فریاد کرے گا یا اللہ مجھے پھاڑا اور پراگندہ کیا
گیا۔ مسجد عرض کرے گی یا اللہ مجھے ویران کیا گیا، ضائع اور برباد کیا گیا۔
اولاد عرض کرے گی یا اللہ مجھے دھکا دیا گیا مجھے قتل کیا گیا مجھے دھتکارا گیا
اور جھگڑے کیلئے میرے گھٹنوں پر بیٹھا گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے

یہ میرے نزدیک زیادہ اہم ہے اور میں اس سے زیادہ اہم ہوں۔

علمی وعملی تفوق:

اللہ تعالیٰ نے علمی وعملی اور روحانی ملکات وکمالات سے بدرجہ اتم حصہ عطافرمایا تھا، حالانکہ آپ اپنے علمی وعملی تفوق اور برتری کے باعث معاصر بالخصوص طبقۂ علماء میں عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور آپ کے علمی وقار کا یہ عالم تھا کہ طلبہ وعلما آپ کی خدمت میں جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے تاہم علم دوست افراد کیلئے علامہ صاحب کا دل بڑا وسیع اور نہایت کشادہ تھا، علمی سوالات کے جوابات اطمینان بخش دیتے تھے، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے بعد احقر نے بارہا علامہ صاحبؒ کو احادیث کی تلاش وتتبع کے سلسلہ میں تکلیف دی اور یہ احساس بھی دامن گیر رہا کہ علامہ صاحب کا قیمتی وقت میری وجہ سے صرف ہو رہا ہے لیکن علامہ صاحب خندہ پیشانی اور غایت شفقت وکرم نوازی سے نہ صرف کتابوں کی رہنمائی فرماتے بلکہ اگر وہ کتاب آپ کے پاس ہوتی تو کتاب کھول کر متعلقہ بحث دکھلاتے تھے۔

مؤرخین:

امام بخاری نے اپنی کتاب میں ایک مستقل باب ''کتاب المغازی''

کے نام سے قائم کر کے متعلقہ موضوع پر احادیث شریفہ کا وقیع ذخیرہ جمع فرمادیا ہے، اسی کا تذکرہ فرمارہے تھے پھر اچانک فرمایا کہ تاریخ کو محفوظ کرنے کیلئے ہمارے اکابر نے ایسی ایسی عظیم قربانیاں اور خدمات انجام دی ہیں جن کو کوہ کنی ہی کہا جاسکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مؤرخ ہیں نضر بن شمیل جو تیسری صدی ہجری کے ہیں انہوں نے عرب کی پہاڑیوں اور گھاٹیوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''کتاب الصفات'' ہے۔ شیخ ابوسعید اصمعی جو ادیب بھی تھے انہوں نے عرب کے تالابوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''کتاب المیاہ'' رکھا ہے۔ ابن حوقل، یاقوت حموی، اصطخر ی، مسعودی، ابن حائک ہمدانی، ابن خلدون اور طبری ان تمام حضرات نے اسلامی تاریخ کو محفوظ کرنے میں قابل قدر کارنامے انجام دئے ہیں۔

غلطی:

ایک بار فرمایا کہ **لکل جواد کبوۃ** (ہر تیز رو گھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے) معصوم تو صرف انبیاء کرام ہیں ان کے علاوہ روئے زمین پر کوئی معصوم نہیں ہے، پھر فرمایا کہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری جیسی مہتم بالشان کتاب لکھی اور بہت سے علماء حضرات بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بخاری شریف تسامحات سے پاک ہے یہ خیال صحیح نہیں

ہے، اصل بات یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں بھی امام بخاریؒ سے تسامح ہوا ہے جس کی تفصیل علامہ عسقلانیؒ نے ''ہدی الساری مقدمہ فتح الباری'' میں بیان فرمائی ہے، میں نے بھی مختصراً انصرالباری کی جلد اول کچھ تفصیل پیش کی ہے۔

امام بخاری اور مسئلہ رضاعت:

فرمایا: کہ حضرت مفتی مظفر حسینؒ کا ارشاد ہے کہ ہر فقیہ کا محدث ہونا ضروری ہے لیکن ہر محدث کو فقیہ ہونا ضروری نہیں یہ ملفوظ نہایت جامع ہے، اب امام بخاریؒ کو لے لو آپؒ جلیل القدر محدث تھے لیکن فقہ سے کوئی خاص مناسبت نہیں تھی چنانچہ امام ابوحفص کبیرؒ نے امام بخاریؒ کو استنباط واجتہاد سے منع فرمادیا تھا لیکن امام صاحب نے ان کی یہ نصیحت قبول نہیں کی اور ایک عجیب وغریب مسئلہ مستنبط فرمادیا کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایام رضاعت میں کسی بکری کا دودھ پی لیں تو رشتۂ رضاعت ثابت ہوجائے گا۔

اس مسئلہ کی تردید میں علماء بخارا کا ناراض ہونا یقینی تھا، سبھی علماء ناراض ہوگئے اور اسی ناراضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام صاحب کو بخارا چھوڑنا پڑا، علامہ ابن ہمام نے تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ و کان سبب خروجه منها بخارا سے نکلنے کا سبب آپ کا یہی استنباطی مسئلہ بنا تھا۔

شفقت ومروت:

طلبہ کے لئے آپ نہایت ہی شفیق ومہربان تھے، بیس سال سے زائد عرصہ تک مظاہر علوم میں ''شیخ الحدیث'' رہے لیکن کبھی کسی طالب عالم پر ہاتھ نہیں اٹھایا، غصہ بھی بہت کم آتا تھا، اگر کبھی غصہ آگیا تو زبانی طور پر ڈانٹ پھٹکار کر درگزر فرمادیتے تھے، دفتر میں شکایات بھیجنے اور روز روز طلبہ کی حاضری لینے کا بھی معمول نہیں تھا پھر بھی طلبہ آپ کے درس میں برضا ورغبت حاضری کو اپنی سعادت تصور کرتے تھے، دورۂ حدیث کے علاوہ بھی افتاء غیرہ کی کتب آپ سے متعلق ہوتیں تو انھیں بھی دلچسپی سے پڑھاتے، عشاء کی نماز کے بعد بھی سبق پڑھانے کا سلسلہ نہ صرف قدیم تھا بلکہ شروع سال سے پابندی کے ساتھ اسباق پڑھاتے تھے، ناغہ وغیرہ کا تو تصور بھی نہ تھا اگر کسی اور استاذ کا ارادہ سبق نہ پڑھانے کا ہوتا تو حضرتؒ اس گھنٹہ میں بھی سبق پڑھادیتے تھے۔

دوران سبق طلبہ کی سستی دور کرنے اور نئی تازگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں آپ کا انداز بھی عجیب تھا، لطائف وظرائف، بذلہ سنجی، مزاح اور شرعی حدود کی رعایت اور دارالحدیث کا تقدس ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے طلبہ کو ہنساتے بھی تھے، بعض مرتبہ اپنے مخصوص لہجے میں بنگالی زبان میں جملے اور فقرے زبان مبارک سے ادا فرماتے تو پوری درسگاہ قہقہہ بار اور زعفران زار ہوجاتی تھی۔

اسباق میں آپ کی تقریر سادہ اور علمی ہوتی تھی، بتکلف الفاظ

اور نامانوس جملوں و تعبیرات کا کبھی سہارا نہیں لیتے تھے، پھر بھی ہر سبق معلوماتی ہوتا تھا، حضرت والا کے سبق پڑھانے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔

خلیفہ ہارون رشید کا دلچسپ واقعہ:

مسلم شریف کے سبق میں خلیفہ ہارون رشید کا ایک دلچسپ واقعہ سناتے تھے جس سے کچھ دیر کے لئے طلبہ لوٹ پوٹ ہوجاتے، ہنسی پر قابو رکھنا مشکل ہوجاتا اور طلبہ کے ساتھ حضرتؒ بھی ہنسنے لگتے، وہ پرلطف واقعہ حدیث نبوی آیة المنافق ثلث وان صام وصلی وزعم انه مسلم اذا حدث کذب و اذا اؤتمن خان'' کے تحت سناتے تھے، لطیفہ یہ ہے۔

خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک قتل ہوگیا تھا، قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا، ایک دن ہارون رشید نے قصد کیا کہ وہ خود ہی چل پھر کر پتہ لگانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ اس نے عام لباس پہنا اور رات کو شہر میں گشت لگانے لگا، خلیفہ ایک مکان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اس کی سماعتوں سے چند عورتوں کی عجیب و غریب سرگوشیاں سنائی دیں، ان عورتوں میں سے ایک بولی ''وہ چلا'' دوسری بولی ''وہ نہیں ہے'' تیسری بولی ''وہ چلا گیا'' خلیفہ نے دیوار کے پیچھے سے ان عورتوں کی گفتگو سنی اور خوش ہوگیا کہ آج پہلی ہی رات میں قاتل کا سراغ لگالیا، ان عورتوں کی گفتگو سے صاف ظاہر ہے کہ قاتل یہیں کہیں چھپا ہوا تھا جو مجھے دیکھ کر نکل بھاگا۔

خلیفہ نے اس مکان پر نشان لگایا اور اپنے محل واپس آگیا کہ صبح پولیس کو بھیج کر ان عورتوں کو گرفتار کرکے قاتل کا صحیح پتہ معلوم کیا جائے گا۔

چنانچہ صبح پولیس پہنچی اور ان عورتوں کو گرفتار کرلائی۔ خلیفہ نے ان عورتوں سے کہا کہ کل رات تم سب آپس میں فلاں مکان میں کیا گفتگو کررہی تھیں؟

ایک عورت نے اپنی ساتھوں کو مخاطب کرکے کہا کہ ''یہ بھی وہی ہے'' دوسری نے کہا کہ ''اگر وہ ہوتا تو وہ ہوتیں'' تیسری نے کہا کہ ''وہ نہیں تو وہ ضرور ہے''۔

اب خلیفہ اور بھی حیران ہوا کہ ابھی تک پہلا معمہ حل نہیں ہوپایا ہے کہ اب یہ ایک نئی مصیبت سننے کو ملی ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ ان دونوں باتوں کی وضاحت صاف صاف کرو! عورتوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! آپ نے رات کی بات کے لئے طلب کیا تھا اسے بتادیا جائے گا لیکن اس وقت کی گفتگو کے لئے معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے اصرار کیا اور کہا تمہیں ہر حال میں بتانا پڑے گا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر ہماری جان بخشی کا وعدہ کیا جائے تو بتلادیا جائے گا، بادشاہ ہارون رشید نے منظور کرلیا کہ جان بخشی گئی اب بتاؤ۔

انہوں نے کہا کہ رات جب ہم آپس میں باتیں کررہی تھیں تو چراغ گل ہونے لگا تو ہم میں سے ایک نے کہا کہ ''وہ چلا'' یعنی چراغ گل ہونے لگا۔ دوسری نے پہلی کی گفتگو سن کر کہا کہ ''وہ نہیں ہے'' یعنی تیل نہیں

ہے، اتنے میں چراغ گل ہوگیا تو تیسری نے کہا کہ ''وہ چلا گیا''، یعنی چراغ بجھ گیا۔

خلیفہ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ اس کو تو خیال پیدا ہوا تھا کہ جو کام کسی سے نہ ہوا وہ میں نے کرلیا یعنی قاتل کا پتہ چلالیا۔ پھر اس کے بعد خلیفہ نے کہا کہ اب اس وقت تمہارے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں اُن کا مطلب بھی بتاؤ!

انہوں نے جواب دیا کہ جب آپ نے صرف اتنی بات کیلئے دربار عالی میں بلایا تو ہم میں سے ایک بولی کہ ''یہ بھی وہی ہے''، یعنی بیل ہے کہ اتنی بات بھی نہ سمجھ سکا اور دربار میں بلالیا، اس پر دوسری نے کہا کہ ''وہ ہوتا تو وہ ہوتیں''، یعنی اگر بادشاہ بیل ہوتا تو سینگ بھی ہوتے، تو تیسری نے کہا کہ ''وہ نہیں تو وہ ضرور ہے''، یعنی اگر بیل نہیں ہے تو گدھا ضرور ہے۔ خلیفہ اس گفتگو سے بہت شرمندہ ہوا کہ میری تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور گدھا الگ ہوا، پھر ان عورتوں کو معاف کردیا۔ (نصر المنعم: ص ۱۶۲)

درجہ بندی:۔ فائدہ یا نقصان:

میں نے پوچھا کہ حضرت یہ جو آج کل جماعتوں اور درجات کی صف بندی ہے اس کی کیا تاریخ ہے؟ فرمایا مجھے تو معلوم نہیں ہے، البتہ یہ سلسلہ پہلے نہیں تھا طلبہ اپنے مزاج اور ذہن کے حساب سے انفرادی طور پر اساتذہ سے اسباق پڑھتے تھے، جس کا اچھا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جو طلبہ

ذہن کے تیز ہوتے تھے وہ کم عرصہ میں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھ لیتے تھے اس لئے ذہین طلبہ کو غبی طلبہ کے ساتھ خواہ مخواہ گھسٹنا نہیں پڑتا تھا، اسی طرح غبی طلبہ کو ذہین طلبہ کے ساتھ زبردستی بھاگنا نہیں پڑتا تھا، ہر طالب علم اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسباق پڑھ لیتا تھا، مگر اب جماعت بندی ہوگئی ہے کیونکہ اب طلبہ ہر جماعت میں زیادہ ہونے لگے اور اساتذہ کے دلوں میں طلبہ کو زیادہ سے زیادہ پڑھانے اور آگے بڑھانے کا مزاج نہیں رہ گیا، اخلاص ہر چیز میں شرط اولین ہے، اس کے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا۔

طلبہ کو نصیحت:

پہلے مدرسہ میں طلبہ کی علاقائی وضلعی انجمنیں نہیں تھیں تو طلبہ کو حضرتؒ کے نصائح سننے کا اتفاق کم ہوتا تھا لیکن جب سے تمام ضلعوں کی علاقائی انجمنیں قائم ہوگئیں تو طلبہ کو اپنی اپنی انجمن میں دعوت دینے کا موقع مل گیا چنانچہ حضرتؒ محض طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے کبھی کبھی انجمن میں تشریف لے جاتے اور قیمتی نصائح سے نوازتے۔

علمی گہرائی:

فرمایا: کہ مظاہر علوم میں ماضی قریب کے علماء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے

زیادہ علمی گہرائی اور پختگی رکھنے والا عالم نہیں دیکھا۔

مفتی صاحب سے جب بھی کسی سلسلہ میں مراجعت کی نوبت آئی تو فوراً کتب خانہ سے کتاب منگاتے اور اندازہ سے کتاب کھول کر ایک آدھ صفحہ ادھر ادھر کھولتے اور کسی عبارت پر انگلی رکھ کر کتاب سامنے رکھ دیتے اور فرماتے کہ یہ عبارت ہے جس کی آپ کو ضرورت ہے۔

خصوصی موضوع:

اخیر عمر میں آپ کافی نحیف ونزار ہوگئے تھے، مختلف بیماریوں کا شکار ہونے کی وجہ سے قویٰ مضمحل اور صحت کمزور ہوگئی تھی لیکن آواز اور لہجہ میں بڑھاپے کا احساس نہ ہوتا تھا، اخیر عمر تک پڑھاتے رہے، تفسیر اور حدیث آپ کا خصوصی موضوع تھا، ان دونوں فنون میں آپ ماہر و یکتا تھے۔

علمی وقار وعظمت کا پاس ولحاظ:

حضرت علامہ صاحبؒ اپنی مجلسوں میں عموماً امام بخاریؒ کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار امام صاحب کا ایک واقعہ سنایا کہ حضرت امام بخاریؒ ایک دفعہ دریائی سفر پر تھے، اثناء سفر کشتی ہی میں ایک آدمی سے جان پہچان پیدا ہوگئی، آپؒ نے اس آدمی سے یہ بھی بتادیا کہ میرے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھی ہیں، یہ سنتے ہی اس شخص کی نیت خراب ہوگئی

، رات ہوئی تو شور مچانا شروع کردیا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں چوری ہوگئی ہیں، کشتی کا عملہ بھی متأثر ہوا اور تلاش شروع کردی، سبھی لوگوں کی تلاشی لی گئی ، حضرت امام بخاریؒ نے اپنی اشرفیاں لوگوں کی نظر بچا کر دریا میں ڈال دیں، چنانچہ جب آپ کی تلاشی لی گئی تو کچھ بھی نہ نکلا۔ کشتی کے عملہ نے اس شخص کو لعنت ملامت کی کہ تم جھوٹے ہو۔

صبح ہوئی اور کشتی ساحل کو لگی تو سبھی مسافر اپنی اپنی منزل کی طرف چلے گئے، امام صاحب بھی چل پڑے وہ شخص آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور راستہ میں پوچھا کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ میرے پاس ایک ہزار اشرفیاں ہیں؟ حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہاں بھائی! اشرفیاں تو تھیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ اب میری ہی اشرفیوں کی وجہ سے میری شرافت پر حرف آنے والا ہے جس کے حصول کی خاطر میں نے پوری زندگی قربان کردی ہے تو میں نے ان اشرفیوں کو دریا میں ڈال دیا کیونکہ معاشرہ میں عزت اور وقار بہت مشکل سے ملتا ہے جس کے آگے ان اشرفیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شرائط مناظرہ: مخالفین کی شکست کی خشت اول

علامہ صاحب اپنی حاضر جوابی اور مظان پر گہری نظر رکھنے میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ کو کئی بار مناظرہ کی نوبت بھی آئی لیکن آپ کی دانائی

اور ہوشمندی سے کئی معرکے بغیر مناظرے کے سرہو گئے۔

مخالفین سے کبھی بھی مناظرہ ہوتو اصول مناظرہ تحریری طور پر پہلے طے کرلیا کرو کیونکہ پھر مخالف ادھرادھر کی ہانکنے میں ناکام ہوجائے گااور مخالفین کی شکست کی خشت اول یہی ہے۔

فقہ البخاری فی تراجمہ:

ایک مرتبہ کسی غیر مقلد سے آپ کا مناظرہ طے ہوا، مجلس مناظرہ سے قبل ناشتہ پر فریقین موجود تھے، علامہ صاحبؒ نے فریق مخالف سے کہا کہ شرائط مناظرہ طے کرلئے جائیں۔ فریق مخالف نے کاغذ اور قلم سنبھالا اور شرائط مناظرہ لکھنے شروع کئے، سب سے پہلے لکھا کہ دلائل میں کتاب اللہ دوسرے نمبر پر بخاری شریف۔

علامہ صاحب نے فرمایا کہ بخاری تو حدیث کی کتاب نہیں ہے؟ اس نے تعجب سے کہا حضور! آپ تو خود بخاری شریف پڑھاتے ہیں؟ فرمایا کہ جی ہاں بے شک میں پڑھاتا ہوں۔ کئی منٹ تک فریق مخالف کشش وپنچ میں مبتلا رہا، پھر علامہ صاحب نے خود ہی فرمایا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں جو ابواب قائم فرمائے ہیں وہ حدیث نہیں ہیں، پھر علماء نے لکھا ہے کہ فقہ **البخاری فی تراجمہ** گویا یہ تو امام بخاری کا فقہ ہے، فریق مخالف نے یہ بات سنی تو راہِ فرار اختیار کی، گویا بغیر مناظرہ ہوئے ہی اللہ تعالیٰ نے علامہ صاحب کو فتح

نصیب فرمائی۔

دنیا کی تین نعمتیں:

مؤرخہ ۲رذی الحجہ ۱۴۳۱ھ م ۹رنومبر ۲۰۱۰ء سہ شنبہ کو حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ کی اہلیہ محترمہ اچانک انتقال کرگئیں، اس وقت حضرت علامہ محمد عثمان غنیؒ بھی صاحب فراش تھے، احقر حاضر خدمت ہوا تو نماز جنازہ کی بابت دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر سواری، نیک بیوی اور کشادہ مکان کو دنیاوی نعمتوں میں شمار فرمایا ہے۔

ثلٰث من نعم الدنیا: وان کان لانعیم لہا، مرکب وطیء، والمرأۃ الصالحۃ والمنزل الواسع۔

ایک اور جگہ نیک بیوی کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا ہے ارشاد ہے **خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ۔**

وطن کی محبت:

وطن کی محبت سے متعلق ایک حدیث ہے جس کو محدثین نے موضوع کہا ہے، میں نے علامہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ ہاں یہ حدیث موضوع ہے ،البتہ وطن سے محبت بشرطیکہ وہ دارالاسلام ہو تو ممدوح اور ایمانی تقاضا ہے۔

بہاری:

عام طور پر اگر کسی کو بہاری کہہ دیا جائے تو ''گالی'' سمجھا جاتا ہے، حتی کہ جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد نے اپنی کتاب ''انوار ہدایت'' میں اس لفظ کو ''گالی'' شمار کرایا ہے، لیکن حضرت علامہ صاحبؒ اس معاملہ میں بھی منفرد شان رکھتے تھے، آپ نہ صرف اپنے دستخطوں کے ساتھ بہاری لکھتے تھے بلکہ اپنے وطن چلمل ضلع بیگوسرائے کا پتہ بھی تحریر فرماتے تھے، جن حضرات نے نصر الباری کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہوں گے کہ حضرت علامہ صاحبؒ نے ہر جلد کے اخیر میں جہاں جہاں اپنے دستخط کئے ہیں وہاں بہاری اور کبھی کبھی قاسمی ضرور لکھا ہے۔

ختم بخاری شریف:

مظاہر علوم میں ختم بخاری شریف کے موقع پر ہمدردان و متعلقین کافی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں، جب تک حضرت مفتی مظفر حسینؒ حیات رہے تو عموماً بخاری شریف کا ختم آپؒ کراتے تھے، البتہ ۱۴۱۵ھ میں بخاری شریف کا ختم خطیب اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ نے کرایا تھا، احقر کا سن فراغت بھی یہی سال ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بعد حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ ہی

بخاری شریف کا ختم کراتے تھے۔

بخاری شریف کی آخری روایت **كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ** پر نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محدثانہ تقریر فرماتے تھے۔

آپ کی تقریر میں عموماً مخاطب طلبہ ہی ہوتے تھے الفاظ بھی سہل اور عام فہم استعمال فرماتے تھے، کبھی بھی نہ تو تقریر میں بناوٹ پسند کی نہ ہی تحریر میں، دار الحدیث میں طلبہ کے سامنے درس بخاری، روزمرہ کی گفتگو، پند و نصائح ہر جگہ علامہ صاحبؒ نے اس پہلو پر خصوصی توجہ رکھی کہ مخاطب کون ہے؟ اور اس کا مبلغ علم کیا ہے؟۔

آخری درس بخاری کی تقریر عالمانہ و فاضلانہ ہونے کے باوصف اس قدر عام فہم ہوتی تھی کہ دسیوں ہزار کا مجمع مکمل یکسوئی کے ساتھ نہ صرف سنتا تھا بلکہ سمجھتا بھی تھا۔ البتہ حسب عادت یہاں بھی اصل مخاطب طلبہ ہی ہوتے تھے۔

علامہ صاحبؒ نے نصر الباری کی تیرہوں جلد میں بھی بخاری شریف کی آخری حدیث پر جو تفصیلی کلام فرمایا ہے وہاں بھی خصوصی طور پر طلبہ کو مخاطب کرنے کیلئے مستقل عنوان لگایا ہے ''فارغین طلبہ سے خطاب''، اس عنوان کے تحت علامہ صاحب نے طلبہ کو جس انداز و منہاج میں اپنے مستقبل کو سنوارنے کی تلقین و نصیحت فرمائی ہے اس سے طلبہ کے تئیں علامہ صاحب کی قلبی وابستگی، خصوصی تعلق، ربط باہمی، شفقت و مروت

اوران کے مستقبل کے سلسلہ میں جگر سوزی و دلسوزی ظاہر ہوتی ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس عنوان کے تحت شامل چند سطری مضمون آپ بھی پڑھتے چلیں۔

فارغین طلبہ سے خطاب:

"عزیز طلبہ! آپ حضرات نے آٹھ دس سال پہلے جس کام کے لئے سفر شروع کیا تھا الحمدللہ بفضلہ وبکرمہ آج اس کام تکمیل ہوگئی، آپ کی گاڑی منزل تک پہنچ گئی، اب ایک اصول مسلمہ یعنی قاعدہ کلیہ ذہن نشیں کر لیجئے کہ کسی کام اور چیز کی عزت، عظمت اور قدر و قیمت کا دارومدار مقصد کی مطابقت پر ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک بڑا کاشتکار ہے، اس نے کھیتی کے لئے ایک جوڑا عمدہ بیل نہایت عمدہ، جوان راجستھان سے خرید کرلایا، پورے گاؤں والے دیکھ کر کہنے لگے کہ واقعی "بیل" لایا ہے، کل ہوکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ بیل کا مالک کھیت جوتنے کے لئے جب لے گیا تو دونوں بیل بیٹھ گئے، مالک نے مار پیٹ کر پوری کوشش کی تو بیل اٹھے، پھر جب جوتنے کے لئے ہل میں لگانا چاہا تو بیٹھ گئے، بار بار کوشش کے باوجود جب کامیابی نہیں ملی تو کاشتکار نہایت کبیدہ خاطر اور غمگین گھر واپس آیا اور افسوس ظاہر کرنے لگا تو ایک پرانے بوڑھے نے کہا۔ کہ فکر نہ کیجئے ہوسکتا ہے کہ یہ جوڑا ہل کا نہ ہو بلکہ گاڑی کا ہو، اسے گاڑی میں لگا کر دیکھو، کاشتکار نے جب ان دونوں کو گاڑی میں لگایا تو دونوں بیل بیٹھ گئے۔

آپ یقین مانئے اب ان کی عزت وعظمت ختم ہوگئی اور قیمت گرجائے گی چونکہ مقصد میں ناکام رہا، چیزوں کی عزت وعظمت صرف شکلوں اور صورتوں

پر نہیں ہوتی بلکہ مقصد کی مطابقت پر ہوتی ہے۔

ایک دوسری مثال سے سمجھئے کہ ایک مولانا صاحب ایک اچھی گھڑی مثلاً "سی کو فائیو"، خریدی مقصد یہ تھا کہ صحیح وقت پر مدرسہ پہنچ کر متعلقہ اسباق پڑھا سکیں لیکن گھڑی خرید کر جب گھر لایا تو دیکھا کہ گھڑی ہر روز آدھا گھنٹہ فاسٹ بھاگتی ہے، صحیح ٹائم نہیں دیتی ہے، دو چار روز کے تجربہ پر پھر دہلی پہنچا اور گھڑی کی شکایت کی، دوکاندار نے گھڑی کھول کر ٹھیک کیا تو اب گھر لاکر دیکھتا ہے کہ گھڑی ہر روز ایک گھنٹہ سست (سلو) چل رہی ہے، دو چار مرتبہ ٹھیک کرایا لیکن گھڑی صحیح نہیں ہوئی۔

یقین مانئے کہ اب اس کی نہ وہ عزت رہی نہ وہ قیمت رہی کیونکہ عزت وقیمت کا مدار مقصد کی مطابقت پر ہے، اسی پر تمام کاموں اور چیزوں کو قیاس کرلیا جائے، اب سمجھنا یہ ہے کہ پوری دنیا کی تمام چیزوں سے افضل واعلیٰ واشرف وبالا ہم انسان ہیں جو سب سے اشرف واکرم ہے خود خالق ومالک کائنات نے فرمایا "لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰) ہم نے اولاد وآدم (انسان) کو عزت دی۔

اب دیکھنا ہے کہ ہمارے خالق و پروردگار اللہ رب العزت نے ہم انسانوں کو کس مقصد کیلئے پیدا کیا، ہم انسانوں کی پیدائش وبناوٹ کا مقصد کیا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" (سورہ ذاریات ۵۶) اور نہیں پیدا کیا میں نے انسان اور جن کو مگر صرف اسلئے کہ وہ عبادت کریں۔

توخوب ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے مگر مادی حیات دنیاوی زندگی گزارنے کیلئے دوسری ضروریات، کسب معاش، مثلاً کھانا پینا، سونا جاگنا اور لباس ومسکن کی فراہمی وتکمیل

میں اشتغال مقصد عبادت خداوندی برقرار رکھتے ہوئے منع نہیں لیکن ان
امور میں اشتغال مقصود نہیں بلکہ مبادی مقصود ہیں۔

قیامت کے دن خالق کائنات رب العزت کے نزدیک انسانوں کی عزت
وعظمت اور قیمت صرف عبادت پر ہوگی بشرطیکہ اللہ کی عبادت محبوب رب
العالمین خاتم الانبیاء والمرسلین حضور اقدس ﷺ کے بتائے ہوئے طریق پر ہو
اپنی عقل سے گھڑی ہوئی نہ ہو۔

بات کچھ طویل ہوگئی مختصراً یہ عرض کرنا ہے کہ آپ حضرات نے جو آٹھ دس
سال محنت کی ہے اس کا مقصد رضاء مولیٰ اللہ کی خوشنودی ہے جو اتباع رسول
پر موقوف ہے بس عہد کرلیجئے اور پختہ عہد کرکے مدرسہ سے جائیے کہ زندگی
کے ہر موڑ پر، ہر معاملہ میں حضور اقدس ﷺ کی ہدایت اور حکم پر امکانی
طاقت پر چلوں گا یاد رکھئے کہ ایمان کی تعریف ہی یہی ہے۔تصدیق
الرسول بما جاء بہ عن ربہ۔ وللہ در القائل۔

بے عشق محمد جو محدث ہیں جہاں میں
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

نصر الباری کا اختتام:

علامہ صاحب کو بخاری شریف سے بھی عشق تھا جس کی جھلک آپ
کے کردار و گفتار میں محسوس ہوتی تھی، آپ نے بخاری شریف کی معرکۃ
الآراء شرح ''نصر الباری'' میں بھی امام بخاریؒ کی پوری پوری
تقلید کی، چنانچہ خاتمۃ الکتاب کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

''امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کو تسبیح وتحمید پر ختم کیا ہے احقر بھی اپنی شرح تسبیح
وتحمید پر ختم کرتا ہے۔

**سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ
وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔**

**دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا
بِاللّٰہِ''۔**

اور مخالف فرار ہوگیا:

علامہ صاحبؒ نے کئی سال تک مغربی بنگال کی راجدھانی کلکتہ میں
علمی وتدریسی خدمات انجام دی ہیں وہیں قیام کے دوران ایک مرتبہ فرق
ضالہ میں سے کوئی شخص اسٹیج پر بیٹھا علماء دیوبند کو چیلنج کررہا تھا
، چند نوجوان علامہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور!
ایک شخص اسٹیج پر بیٹھا دیوبندیت کو چیلنج کررہا ہے، آپ تشریف لے
چلیں اور اس کے چیلنج کا جواب دیں۔حضرت علامہ صاحبؒ نے ان
نوجوانوں سے فرمایا کہ ایک ٹیپ ریکارڈ بھی لے لو چنانچہ علامہ صاحبؒ
بغل میں بخاری شریف دبائے اسٹیج پر تشریف لے گئے، اسٹیج پر بیٹھا مقرر
دھواں دھار تقریر کررہا تھا، علامہ صاحب نے اس مقرر سے فرمایا کہ '' یہ
ہے بخاری شریف! اگر اس کا صرف ایک صفحہ تم صحیح پڑھ دو تو میں تمہارے
ساتھ ہوجاؤں گا''۔

علامہ صاحب نے بخاری شریف اس کے سامنے رکھی اورٹیپ ریکارڈ کھول دیا، دھواں دھار مقرر نے جب یہ معاملہ دیکھا تو فوراً راہِ فرار اختیار کی اور گو یا یہاں بھی حضرت علامہ صاحبؒ کو فتح حاصل ہوئی۔

علامہ صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مخالف کتنا ہی بڑا اعلامہ فہامہ ہواس سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے، مرعوبیت کا احساس انسان کی صلاحیتوں پر تالا لگا دیتا ہے پھر قابل وفاضل انسان بھی کچھ بولنے پر قدرت نہیں رکھتا اور بالآخر شکست ہوجاتی ہے، مولانا محمد مرتضیٰؒ چاند پوری کو اس سلسلہ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔

وقت کی قدر و قیمت:

انسانی زندگی مختلف حاثات اور تغیرات کا نام ہے، آسمان کی رنگارنگی اور زمین کی گردشیں انسان کو ہمہ وقت یہ بتانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ ثبات صرف ایک ذات کو حاصل ہے جسے احکم الحاکمین کہا جاتا ہے اس ذات کے علاوہ ہر چیز تغیر پذیر ہے۔

حکماء یونان ہوں یا عقلائے عرب، دانشوران برصغیر ہوں یا دانائے فرنگ سبھی نے ایک چیز کو بطور خاص اپنی زندگیوں کیلئے ضروری اور لابدی قرار دیا اور وہ ہے وقت۔ وقت کی قدردانی انسان کو بڑا بناتی ہے تو اس کی ناقدری انسان کی ذلت وگمرہی کی دلدلوں اور پستی اور تنزل کی گہرائیوں

تک پہنچا کر دم لیتی ہے۔

جولوگ وقت کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں تو وقت ان کو اپنے سے آگے بڑھا دیتا ہے اور جولوگ وقت کے شانہ بشانہ نہیں چلتے تو وقت ایسے لوگوں کو تاریخ کا سب سے نکما اور سب سے بیکار عضو بنا کر گمنامی کے گڑھوں میں ڈال دیتا ہے۔

جن علماء اور حکماء کی زندگیاں وقت کی قدر و قیمت سے بھری ہوئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان ہی کے کارنامے اور خدمات سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔

آج حکماء یونان، عقلائے عرب، دانشوران برصغیر اور دانائے فرنگ کے اقوال وملفوظات اور ان کی زندگیوں کے قیمتی تجربات صرف اسی لئے کتابوں کے اوراق میں محفوظ اور موجود ہیں کیونکہ انہوں نے وقت کی صحیح قدر و قیمت کی تھی اسی لئے وقت ان کی قدر کر رہا ہے۔

وقت کی قدر و قیمت کے سلسلہ میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو بطور خاص نصیحت کی ہے، قرآن واحادیث میں اس سلسلہ میں وافر ذخیرہ موجود ہے۔ مختلف علماء اور صاحبان علم وقلم نے صرف اسی موضوع پر گرانقدر کتابیں تصنیف کی ہیں، انشاء پردازوں نے مضامین اور مقالات کے ذریعہ غفلت شعاروں کی توجہات کو اس جانب مبذول کرانے کی سعی میمون

کی ہیں۔

اسلاف امت نے اپنے کردار وعمل سے وقت کی قدر و قیمت کر کے عملی طور پر ہمارے لئے جو اسوہ اور نمونہ چھوڑا ہے وہ تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

وقت کی قدر و قیمت جاننے اور پہچاننے والے کبھی نہیں مرتے اور اس سلسلہ میں کسی مذہب یا کسی طبقہ کی کوئی قید نہیں ہے، چنانچہ اگر آپ تحقیق کی کسوٹی پر اس سلسلہ میں کوئی کام کرنا چاہیں تو ہر طبقہ اور ہر فرقہ سے ایسے لوگوں کی طویل فہرست مل جائے گی جنہوں نے کم وقت میں زیادہ کام کر کے اپنے پیش روؤں کیلئے کام کرنے کی جہتیں اور سمتیں متعین کر دی ہیں۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں:

ہم لوگوں کو وقت پر خصوصی توجہ مبذول کرنے کی ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے اور کہتے رہتے تھے کہ اگر دولت کھو جائے تو محنت سے حاصل ہو جائے گی، پڑھ لکھ کر بھول گئے ہو تو مطالعہ اور اساتذہ کے پاس بیٹھنے سے دوبارہ مل سکتا ہے، صحت اور قویٰ اگر کمزور ہو گئے ہوں تو اچھے ڈاکٹروں اور معالجوں سے رابطہ کرو، صحت دوبارہ واپس آجائے گی لیکن وقت کی واپسی کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
اے زفرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش

وقت میں بے برکتی:

کبھی کبھی بڑی حسرت کے ساتھ فرماتے کہ وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزرتا جارہا ہے، ہر آنے والا وقت جانے والے وقت کے حساب سے بے برکت ثابت ہو رہا ہے جو قرب قیامت کی علامت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت سے پہلے وقت میں بے برکتی پیدا ہو جائے گی۔ **لاتقوم الساعة حتى يتقارب الزمان فتكون السنة كاالشهر ويكون الشهر كالجمعة وتكون الجمعة كاليوم ويكون اليوم كالساعة وتكون الساعة كاحتراق السعفة الخوصة۔**

قیامت قائم ہونے سے پہلے زمانہ قریب آجائے گا اور سال مہینے کی برابر، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح، دن ایک گھنٹہ کی طرح اور گھنٹہ ایک آگ کے شعلہ کی طرح تیزی گزرنے والا ہوگا۔

بخاری شریف میں ایک حدیث اسی موضوع پر ہے کہ **لاتقوم الساعة حتى يقبض العلم وتكثر الزلازل ويتقارب الزمان۔** قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب علم نہ اٹھالیا جائے، زلزلے بکثرت نہ آنے لگیں اور زمانہ قریب نہ آجائے۔

آج دیکھ لو لوگ فضول اور لغو باتوں میں قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں، مسلمان قوم سب سے زیادہ وقت ضائع کر رہی ہے، دنیا میں یہودی

اورعیسائی دونوں قومیں اپنے وقت کو ہمہ وقت ملحوظ رکھتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں خوب خوب قومیں ترقی کرتی نظر آتی ہیں۔

مصروف زندگیاں:

کتابوں میں پڑھتا تھا کہ ہمارے بزرگ علماء کی زندگیاں اتنی مصروف ہوا کرتی تھیں کہ انہیں کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا تھا، حضرت امام بخاریؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی تھی، حضرت مدنیؒ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے ہی سوتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی مصروف ترین حیات مبارکہ سے سبھی واقف ہیں، ہمارے بزرگوں نے وقت کی قدر و قیمت کس انداز میں فرمائی ہے علماء نے محض اسی موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں ان واقعات کو یکجا کر کے نئی نسل کو تضییع اوقات سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہر وقت کی ایک ہی دھن:

راقم الحروف اپنی سعادت اورنیک بختی ہی سمجھتا ہے کہ اس نے حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی جیسے صاحب علم ومعرفت بزرگ اور مخلص ومشفق استاذ گرامی قدر عطا فرمایا جن کی زندگی کا مشن ہی دین اور خدمت دین تھا، نہ بناوٹ، نہ ریاکاری، نہ تکلف نہ تصنع، نہ کھانے پینے میں

اضاعت وقت، نہ سونے اورآرام کرنے کا فکر، نہ ٹہلنے کی فرصت نہ دوستوں سے علیک سلیک کا موقع، نہ مجلسی زندگی نہ ذہنی تعب وتکان کو دور کرنے کی کوشش۔ بس پڑھنے پڑھانے اور لکھنے کی ہر وقت دُھن اورفکر، سچائی یہ ہے کہ راقم السطور نے علامہ صاحب جیسا مصروف ترین عالم نہیں دیکھا۔

کامیابی کا راز:

یہی علامہ صاحب کی کامیابی کا راز ہے کہ انہوں نے وقت کی قدر کی تو وقت نے آپ کی قدر کی، کسی حکیم ودانا کا قول ہے کہ کامیابی کسی تھوڑے وقت یا پے درپے کام کرنے پر موقوف نہیں بلکہ وقت کی مناسب تقسیم پر ہی منحصر ہے، حضرت علامہ صاحبؒ کا چونکہ ایک نظام تھا، کھانا کس وقت کھانا ہے، نماز کس وقت پڑھنی ہے، تصنیف کے لئے کون سا وقت ہے، آپ کے اسی نظام الاوقات نے ایک طرف تو وقت میں برکت پیدا ہوئی تو دوسری طرف کام میں تیزی آئی اور معاشرہ میں حضرت علامہ صاحب کی عظمت وعزت اور مقبولیت ومعقولیت میں اضافہ ہوا۔

معمولات:

صبح فجر سے کافی پہلے اٹھنا اور تہجد کی نماز کے بعد نصر الباری کی تصنیف میں مصروف ہوجانا، نماز فجر تک اس مبارک مشغلہ کے بعد فجر کی ادائیگی، پھر اوراد وظائف اور مختصر ناشتہ کے بعد بخاری شریف کے درس کی تیاری ومطالعہ، خالی

گھنٹوں میں اگلے اسباق کی تیاری ، دوپہر کو کھانا اور پھر نصر الباری کا کام شروع ،مختصر وقت کیلئے قیلولہ، پھر نماز ظہر اور نماز کے بعد پھر وہی نماز عصر تک تدریسی شغل،عصر کے بعد سے مغرب تک نصر الباری کی ترتیب،مغرب کے بعد پھر نصر الباری اور عشاء کے بعد بخاری یا مسلم کا درس جو عموماً رات گیارہ بجے تک جاری رہتا، پھر مختصر کھانا اور کھانا کھانے کے فوراً بعد نصر الباری کا مشغلہ جو تہجد کچھ پہلے تک جاری رہتا، پھر آرام کے لئے اسی مسند پر لیٹ جاتے جس پر بیٹھ کر نصر الباری وغیرہ تصنیف فرماتے تھے۔کل ملا کر آپ اپنے استاذ ومرشد اول حضرت شیخ الاسلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دو یا تین گھنٹوں سے زیادہ آرام نہ فرماتے تھے۔

علامہ صاحبؒ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ طلبہ کو جو بھی سبق پڑھایا جائے وہ انھیں پورے طور پر سمجھ میں آجائے ، نہ تو اتنی لمبی تقریر فرماتے تھے کہ اکتاہٹ طاری ہوجائے نہ ہی اتنی مختصر کرتے تھے کہ تشنگی کا احساس دامن گیر ہوجائے۔

''درایۃ الادب'' کے نام سے ''ہدایۃ الادب'' نامی کتاب کی شرح بھی لکھی تھی جو بنگلہ دیش کی راجدھانی ڈھاکہ سے شائع ہوکر نایاب ہوچکی ہے۔

بہر حال علامہ صاحب مختلف النوع خوبیوں کے مالک تھے،آپ اپنی بیماری،ضعف ونقاہت، پیروں سے معذوری کے باوجود گرجدار آواز اور رعب دار لہجے میں اسباق پڑھاتے تھے،آپ کی تقریر اور درس سے

اندازہ لگانا مشکل تھا کہ آپ طویل مدت سے مختلف بیماریوں کا شکار ہیں،کبھی کبھی بے تکلفی کے ساتھ فرماتے تھے کہ لگتا ہے اب بڑھا آگیا ہے،کمزوری محسوس کرنے لگا ہوں۔ صبر وعزیمت کے پیکر،عزم وحوصلہ کے کوہِ گراں، استقامت وپامردی کے شاہین صفت انسان،حق گوئی اور بے باکی کی تصویر مجسم،علم وروحانیت کے بے آب وگیاہ سمندر،تواضع وخاکساری اور عجز ونیازمندی کا بے مثال نمونہ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی علمی امنگوں، دینی آرزؤں،تصنیفی مشاغل اور روحانی سلسلہ کو تاب وتواں کرنے اور نیا عزم وحوصلہ اور نئی اسپرٹ واسپیڈ پیدا کرنے والی ذات گرامی آپ کے استاذ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تلمذ اور خوشہ چینی کا فیض تھا،آپ اپنے والدین کی دعاؤں سے پورے طور پر مالامال رہے کیونکہ آپ نے طبعی عمر سے زیادہ عمر پائی جو والدین کی دعاؤں کا طفیل ہوتا ہے،اسی طرح آپ اپنے اساتذہ کی مستجاب دعاؤں سے بھی مالامال رہے کیونکہ آپ کے علم میں برکت،قلم میں پختگی،تصنیفات وتالیفات کی مقبولیت اور عوام وخواص میں آپ کی محبوبیت اساتذہ کی دعاؤں ہی کے طفیل میں ممکن ہے۔

بیماریاں گناہوں کو دھلتی ہیں تو بیماریوں پر صبر حسنات میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے سو الحمدللہ علامہ صاحبؒ اتنے دن بیمار رہے جتنے دن اللہ کو منظور تھا اور پھر ہمارے درمیان سے چلے گئے کیونکہ دنیا میں ان کا کام

اورسانسیں پوری ہوچکی تھیں۔اس لئے میں آپ کی رحلت پراتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کے علمی وتصنیفی کارناموں اورشاگردان رشید کی اتنی بڑی تعداد ہے جوان شاء اللہ صدقہ جاریہ کے طور پرآپ کی ترقی درجات کاباعث بنی رہے گی۔

۱۳؍جنوری ۲۰۱۱ء مطابق ۸؍صفرالمظفر ۱۴۳۲ھ کی رات چار بجے موبائل کی چیخ سن کر بیدار ہوااور جب کان لگایا توحضرت صاحبؒ کے خلیفہ ومجاز جناب مفتی محمودعالم مظاہری کوکلمات ترجیع پڑھتے سن کردل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں، مفتی صاحب نے رقت آمیز آواز میں یہ خبرکلفت اثرسنائی کہ ابھی ابھی حضرت علامہ صاحب شکشم ہوسپٹل میں انتقال فرماگئے۔**اناللہ واناالیہ راجعون**

موت تو بہرحال سبھی کو آنی ہے لیکن علامہ صاحب کی موت اس معنی کرہمارے لئے نہایت ہی المناک تھی کہ اِس وقت مظاہرعلوم میں آپ میرے اساتذہ میں سب سے بڑے اورسب سے قابل احترام تھے۔موت سے کسی کورستگاری نہیں نہ ہی راہ فرار ممکن ہے۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد
چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چوں شد
بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو بہار شدی چہ شد ما خزاں شدیم چہ شد

علامہ محمدعثمان غنیؒ علوم واعمال میں بھی قابل رشک تھے اورروحانی وعرفانی کمالات میں بھی بلندتر لیکن میری نظروں میں آپ کاایک وصف سب سے نمایاں اورفزوں تر ہے کہ اتنے بڑے عالم ومحدث کے عموماً کچھ نہ کچھ براچاہنے والے مخالفین اورترقی دیکھ کرسیخ کباب ہونے والے حاسدین ضرورہوتے ہیں لیکن حضرت علامہ صاحبؒ کا کوئی مخالف الحمدللہ میری نظروں میں نہیں ہے، امید ہے کہ جس طرح آپ عندالناس مقبول تھے اسی طرح عنداللہ بھی محبوب ہوں گے۔

ہمارے استاذ محترم حضرت اقدس مولاناعلامہ محمدعثمان غنیؒ کو یہ توفیق ایزدی وقت کی قدروقیمت کاوافرحصہ خزانۂ خداوندی سے ملاتھا، آپ اپنی زندگی کاایک ایک لمحہ دین اورعلم دین کے لئے صرف کرنے کانیک جذبہ رکھتے تھے۔

مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور میں حضرت علامہ صاحبؒ کی آمد ۱۴۰۹ھ سے پہلے کی مصروفیات کاتفصیلی علم راقم السطور کونہیں ہے ،حضرت مولانا عبدالاحدتاراپوریؒ جوآپ کی اس وقت کی علمی مصروفیات کے شاہداورمشاہد تھے افسوس کہ علامہ صاحب سے پہلے ہی دارفانی سے کوچ فرماگئے۔لیکن مظاہرعلوم میں آمد کے بعدحضرت علامہ صاحبؒ سے جن خوش قسمت افراد کوآپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کرنے کاموقع ملاان میں ایک ادنی نام راقم السطور کابھی ہے۔

آپ اپنی شبانہ روز مصروفیات اور تصنیفی وتالیفی مشاغل، تدریسی وتحقیقی امور ہر میدان میں وقت کو بطور خاص ملحوظ رکھتے تھے۔ اکل وشرب، نماز و عبادت، آرام واستراحت ہر چیز کے لئے آپ کا نظام الاوقات مرتب اور متعین تھا۔

کتابوں کی خریداری کا شوق:

آپ کے پاس کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا اور تمام کتابیں آپ کی ذاتی تھیں، اس سلسلہ میں آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ سے کوئی کتاب اگر لی جائے تو ہر سال اس کو جمع کرنا اور نکالنا، یا اس کا از سر نو اندراج کرانا مستقل سر دردی ہے اس لئے میں نے اپنی ذاتی کتابیں خرید لی ہیں، میں نے پوچھا کہ حضرت آپ کا مشاہرہ اتنا نہیں ہے کہ آپ آئے دن اتنی مہنگی کتابیں خریدتے رہیں؟ مسکرا کر فرمایا کہ اللہ بڑا کارساز ہے۔

ہمہ جہت شخصیت:

آپ کے پاس مہمانوں کی آمد و رفت بھی ہوتی تھی، ان سے گفتگو بھی فرماتے تھے، طلبہ کا رجوع بھی بہت تھا، مدرسہ کے عملہ میں سے کچھ نہ کچھ افراد برابر آپ کی خدمت میں پہنچتے تھے، اصلاحی اور روحانی سلسلہ بھی جاری تھا، کئی کئی گھنٹے کتابوں کی تدریس بھی متعلق تھی، نمازوں

اوراذکار مسنونہ کے بعد جو وقت تھا اس میں کوئی نہ کوئی تحقیقی کتاب یا شرح تحریر فرماتے تھے، کبھی بخاری شریف کی شرح نصر الباری زیر ترتیب ہے تو کبھی مشکوٰۃ شریف کی شرح نصر الحیات پر قلم رواں دواں ہے، کبھی جلالین شریف کی شرح فیض الامامین زیر ترتیب ہے تو کبھی مسلم شریف کا خلاصہ نصر المنعم مرتب فرما رہے ہیں۔

ان تاریخی کارناموں کے علاوہ علماء اور طلبہ اپنی تصنیفات پر تقریظات بھی لکھوا رہے ہیں، کوئی دعائیہ کلمات کیلئے عرض رسا ہے، کوئی اپنے ادارہ کیلئے تصدیق اور توثیق کا خواہاں ہے اور آپ سب کی حاجتیں پوری کر کے خوشی بھی محسوس فرما رہے ہیں اور یہ احساس بھی جا گزیں ہے کہ جلد از جلد ان کاموں سے فرصت مل جائے تا کہ اپنا محبوب اور پسندیدہ علمی وتصنیفی مشغلہ جاری رکھا جا سکے۔

یہاں بطور تحدیث نعمت عرض کر رہا ہوں کہ حضرتؒ اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے تصدیقات وتقریظات لکھنے کے لئے احقر کو حکم صادر فرماتے تھے، احقر حضرت کے مزاج ومذاق کے مطابق تصدیق یا تقریظ لکھ کر خدمت اقدس میں پیش کرتا اور حضرت اپنے دستخطوں سے تصدیق جاری فرماتے۔ یہ حضرتؒ کی احقر پر غایت شفقت وعنایت تھی کہ آپ میری تحریر پر اعتماد فرماتے تھے۔

کفایت شعاری

آپ کا لباس ، بود و باش ، رہن سہن، کھانا پینا سب کچھ سادگی سے عبارت تھا، بناوٹ اور تکلف نہ تو خود کے لئے پسند تھا نہ ہی اپنے شاگردوں کے لئے پسند فرماتے تھے،آپ کا حجرہ بھی نہایت سادہ تھا، نہ تو ٹھاٹ باٹ کی چھلکیاں تھیں نہ بستر وفرش دلکش ومعیاری، وہ تپائی جو آپ کے زیر استعمال تھی اور جس پر نصر الباری، امامین، نصر المنعم، نصر الحیاۃ جیسی درجنوں کتابیں تالیف فرمائیں وہ بھی نہایت سادہ تھی، داہنی طرف کتابوں کی گول الماری تھی جو چاروں طرف گھوم جاتی تھی، سامنے ڈیسک تھا جس پر بجلی کا لیمپ اور نصر الباری کے زیر ترتیب اوراق رکھے رہتے تھے، ڈیسک کے نیچے آپ کا پان دان رکھا رہتا تھا، پیچھے کی طرف ایک سادہ سی تپائی پر دواؤں اور بسکٹ کے ڈبے ، روزمرہ کی ضروریات کا سامان، اس سے متصل آہنی الماری میں ترتیب سے رکھی ہوئی کتابیں، سامنے دیوار سے متصل ایک اور آہنی الماری میں کتابیں ، وسط میں باقیماندہ مختصر جگہ آمد ورفت کے لئے بھی اور خدام ومتعلقین کے لئے بیٹھنے کا کام بھی کرتی تھی، طلبہ پڑھنے آجاتے تو درسگاہ بھی بن جاتی ، نماز کے وقت ایک صف بچھادی جاتی اور اس طرح گویا وہ جگہ مسجد اور سجدہ گاہ بن جایا کرتی تھی، الغرض آپ کا حجرہ بیک وقت ذاتی کتب

خانہ بھی تھا، مطالعہ گاہ بھی، دار الترجمہ والتالیف بھی تھا، ذاتی مہمان خانہ بھی ،بعض جماعتوں کے لئے درسگاہ بھی تھا اور مسترشدین کے لئے خانقاہ وتربیت گاہ بھی۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت علمی کاموں کے لئے ایک کشادہ حجرہ ناظم صاحب سے کہہ کر لے لیں، فرمایا کہ یہی حجرہ کافی ہے ، ہمارے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا حجرہ بھی نہایت مختصر اور اتنا تنگ تھا کہ ذاتی امور نمٹانے میں بھی پریشانی محسوس ہوتی تھی۔ حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حجرے تو اس سے بھی تنگ اور مختصر تھے۔

مدرسہ کی لائٹ جانے یا رات کو وقت مقررہ پر جنریٹر بند ہو جانے کے بعد بھی موم بتی کی روشنی میں عموماً رات کے اکثر حصہ میں تصنیفی وتالیفی کام میں مصروف رہتے تھے ، احقر نے بارہا عرض کیا کہ حضرت انورٹر لگوا لیجئے ! فرمایا کہ انورٹر تو بہت مہنگا آتا ہوگا؟ عرض کیا کہ حضرت اس سے فائدے بھی بہت ہیں، روشنی اور پنکھے کی سہولت بھی حاصل رہے گی اور یہ احساس ہی نہ ہوگا کہ بجلی چلی گئی ہے، فرمایا کہ اس سے سستا کوئی اور سسٹم نہیں ہے؟ عرض کیا کہ اس سے سستا سسٹم یہ ہے کہ ایک متوسط بیٹری ، چارجر اور ٹیوب لائٹ لے لیں ، پوچھا کہ لائٹ جانے کے بعد یہ سسٹم کتنی دیر کام کرے گا، عرض کیا کہ اگر صرف لائٹ جلائی جائے تو چار پانچ گھنٹے اور پنکھا بھی چلایا جائے تو دو ڈھائی گھنٹے کام

کرے گا، فرمایا کہ یہی صحیح ہے، پنکھا نہیں چلاؤں گا، عرض کیا کہ گرمی سے
پریشانی محسوس ہوگی ،فرمایا کہ پریشانی کے بعدان شاء اللہ آسانی
ہوگی۔ چنانچہ احقر نے یہ سستا سسٹم لگوادیا، علامہ صاحب بہت دعائیں
دیتے رہے، جب بھی ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ اب نصر الباری کے کام
میں زیادہ تیزی آگئی ہے اور امید ہے کہ اب یہ کام بعجلت تمام تکمیل کو پہنچے
گا، بعد میں احقر کے توسط سے زکریا بکڈپو دیوبند کے مالک نے علامہ
صاحبؒ کے حجرہ میں معیاری انورٹر لگوادیا تو حضرت بہت خوش ہوئے بجلی
جانے کے بعد جب بھی انورٹر کے استعمال کی نوبت آتی
تو بار بار زکریا بکڈپو کو دعائیں دیتے تھے۔

حضرتؒ کو نصر الباری کے بعد جلالین کی شرح ''فیض الامامین'' کی
تکمیل کی دھن سوار تھی، امامین کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کی بھی آسان اور سہل
انداز میں نصر الباری کے طرز پر شرح لکھنے کا ارادہ تھا چنانچہ دونوں کتابوں
کی چند جلدیں الحمدللہ مکمل ہو کر شائع بھی ہوگئی تھیں لیکن تکمیل صرف
نصر الباری کے حصہ میں آئی۔

زہد وقناعت:

حضرت علامہ صاحبؒ بیس سال سے زائد عرصہ تک مظاہر علوم وقف میں
شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز رہے لیکن آپ اپنا ذاتی آشیانہ نہ

بنا سکے، نہ ہی مدرسہ کی طرف سے آپ کو مکان کی سہولت ملی، حالانکہ
اگر حضرتؒ چاہتے تو اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر شہر سہارنپور میں شاندار
وپرشکوہ مکان بنوا سکتے تھے، لیکن خاکساری ومسکنت، توکل وقناعت،
زہد وخودداری کے باعث ایسا ممکن نہ ہوسکا، قناعت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا
بچھونا بنایا تو توکل اور صبر ورضا کو گلے لگایا۔

اکم یدیک عن السوال فانما
قدرالحياة اقل من ان تساء لا

میں اپنی قناعت کی فضیلت کو اپنے ساتھ لپیٹے اور اس کو نامکمل بنا کر
اوڑھے رہتا ہوں۔

وبینی وبین المال شتان حرما
علی الغنی الابية والدھر

مجھ میں اور مال میں بہت بڑا فاصلہ ہے ،میرے خوددار نفس
اور زمانے نے مجھ کو دولت مندی سے محروم کردیا۔

شہرت ومقبولیت:

عربی شاعر نے کہا ہے کہ

لیس الخمول معار
علی امرذی جلال

ایک بلند رتبہ شخص کیلئے گمنامی کوئی عار نہیں ہے۔

آپ عموماً تقریری پروگراموں میں تشریف نہ لے جاتے تھے کیونکہ اس سے آپ کے تحریری کاموں میں حرج ہوتا تھا،شہرت وناموری سے بھی دور بھاگتے تھے کیونکہ مریدین ومتعلقین کے بار بار آنے سے بھی آپ کے تحریری کام میں خلل ہوتا تھا پھر بھی دوآبہ کے علاوہ آپ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر نیک نامی کے ساتھ شہرت ومقبولیت رکھتے تھے ،جس طرح جاہ سے آپ کونفرت تھی اسی طرح مال سے بھی رغبت ودلچسپی نہ تھی۔

زکریا بکڈپو:

زکریا بکڈپو دیوبند جوحضرت علامہ صاحب کی کتابوں کاناشر ہے اس کے مالک نے علامہ صاحب کی سہولت اورآسانی کے لئے فل اسکیپ سائز کے صفحات ایسے انداز میں پرنٹ کرائے کہ اوپر بخاری شریف کی حدیث لکھی گئی اور نیچے اس کے ترجمہ وتشریح کے لئے جگہ چھوڑ دی گئی ،علامہ صاحبؒ نے مجھے وہ کاغذات دکھائے اورفرمایا کہ کمپیوٹرآنے سے کام کی رفتار میں بھی خاصی تیزی آ گئی ہے،میں نے نصرالباری کی کتاب المغازی جب کاتب سےلکھوائی تھی تواس اللہ کے بندے نے کافی عرصہ کتابت میں لگادیا تھااورجب کتابت مکمل ہوگئی تومیرے پاس اس کودینے کے لئے جورقم تھی وہ خرچ ہوگئی ،بڑی شرمندگی محسوس ہوئی کہ

اب کیاہوگا۔

اللہ تعالیٰ میرے محسن ومشفق حضرت مولانا عبدالاحدتاراپوریؒ، میرے مربی فقیہ الاسلام حضرت مولانامفتی مظفرحسینؒ، حضرت مولانا محمدالیاس سورتی مدظلہ اورمحترم مولاناعبدالرحمن گلاؤٹھی سبھی حضرات کوجزائے خیرعطافرمائے جنہوں نے نہ صرف اُس مشکل وقت میں میری مالی معاونت فرمائی بلکہ نصرالباری کی اشاعت کابنیادی ذریعہ بھی بنے۔

بیماری:

بیمارتوکافی دنوں سے تھےلیکن انتقال سے پہلے ایک باررات میں اٹیک کاحملہ ہواتوفوری طورپرطلبہ وخدام نے سہارنپور کے ضلع اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کرایا کچھ افاقہ نہ ہواتومیرٹھ کے ایک معیاری ہوسپٹل میں داخل کئے گئےلیکن مرض بڑھتا گیاجوں جوں دوا کی کامصداق ہواتو مدرسہ تشریف لےآئے ، چند دنوں کے بعدایک صبح نہایت ہشاش بشاس تھے،غسل وغیرہ کے بعداچھے سے کپڑے زیب تن فرمائے ،خوشی آپ کے چہرے بشرے سے ہویداتھی،ہم لوگ حضرت ناظم صاحب مدظلہ کے ہمراہ حاضرخدمت ہوئے توفرمایا کہ رات میں نے خواب میں ملک الموت کودیکھاجومجھ سے فرمارہے ہیں کہ تمہاری جگہ اب یہ نہیں وہ ہے،اس لئے اب میں مرنے کے لئے پوری طرح تیارہوں،میرے دل

میں جودردتھاوہ اب نہیں رہا،خودکوپوری طرح صحت مند محسوس کررہاہوں۔

حضرت مولانانسیم احمدغازی مظاہری شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدی مرادآبادبھی ان ہی ایام میں سہارنپورمجلس شوری کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے،علامہ صاحب سے ملاقات کیلئے حسب معمول تشریف لے گئے احقرساتھ تھاان سے بھی ملک الموت کی زیارت وملاقات کا تذکرہ کیا۔

واپسی میں حضرت مولانانسیم احمدغازی مدظلہ نے احقرسے فرمایا کہ اب اندازہ یہ ہے کہ حضرت علامہ صاحب زیادہ دنوں تک حیات نہیں رہیں گےاس طرح اچانک صحت مندہوجانے کو''سنبھالا'' کہتے ہیں۔

نے حسرت تسلی ،نہ ذوق بے قراری
یک درد و صددوا ہے یک دست و صددعا ہے

بہارآخرشد:

حضرت مولانانسیم احمدغازی مظاہری مدظلہ کی بات حرف حرف صحیح ثابت ہوئی ،کچھ ہی دنوں کے بعدپھراچانک طبیعت خراب ہوگئی توفوری طور پردہلی روڈسہارنپورکے شکشم ہوسپٹل میں داخل کئے گئے۔

ڈاکٹروں نے ہرممکن کوششیں کیں کہ آپ کامرض کنٹرول میں

آجائے لیکن ''مرض بڑھتا گیاجوں جوں دوا کی''حضرت کوافاقہ نہ ہوا،ایک مرض پرکنٹرول ہوتاتودوسرامرض رونماہوجاتا،بلڈپریشرکبھی اتناکم ہوجاتا کہ زندگی سے مایوسی ہونےلگتی اورکبھی اتنازیادہ ہوتا کہ زندہ رہنےکاامکان ختم ہوجاتا۔

بخاراس اقدرتھا کہ ڈاکٹروں کوبھی حیرت تھی،بخارکی شدت کی وجہ سے حضرت پرغشی طاری ہوجاتی ،جب ہوش میں آتے توکلمۂ طیبہ لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ پڑھنے لگتے اوروہاں موجوداپنے خدام ومتعلقین سے فرماتے کہ گواہ رہنامیں بہ ہوش وحواس کلمہ پڑھ رہاہوں۔پھرپڑھتے من **قال لاالہ الااللہ دخل الجنۃ**۔

کبھی کبھی ہوش میں آتے تووہ دعاجوسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مانگی تھی آپ بھی وہی دعاشروع کردیتے **اللھم الرفیق الاعلیٰ،اللھم الرفیق الاعلیٰ**۔

آخری غذاآخری مشروب:

وفات سے پہلے کھانے کی کوئی بھی چیزپیش کی جاتی توسختی کے ساتھ منع کردیتے اورفرماتے کہ خواہش نہیں ہے لیکن اسی اثنامیں جناب مولانامفتی ابوالکلام قاسمی استاذحدیث مظاہرعلوم (وقف) سہارنپورخدمت میں پہنچے اورعرض کیا کہ حضرت !میں آپ کے لئے مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجوریں لایاہوں تناول فرمائیں گے؟فرمایا کہ ہاں مدینہ طیبہ کی

کھجوریں کھاؤں گا،مفتی ابوالکلام نے کھجوریں پیش کیں جوتعداد میں پانچ تھیں ،حضرت نے پانچوں کھجوریں کھائیں۔پانی پینا پہلے سے چھوڑ رکھا تھالیکن جب مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے لئے زمزم بھی لے کر آیا ہوں،خوش ہو گئے اور فرمایا کہ ہاں! زمزم بھی پیوں گا۔ چنانچہ آپ نے برضاورغبت زمزم نوش فرمایااور پھر کلمہ پڑھنے لگے اور **اللّٰھم الرفیق الاعلی** پڑھااور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

قیدحیات و بندغم،اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

چندمؤقر واردین:

انتقال کی خبرکلفت اثر بہت جلدملک اورملک سے باہر کانوں کان پہنچ گئی، دوردراز سے فون آنے لگے،نماز جنازہ میں حضرتؒ کی منشاء کے مطابق تعجیل پیش نظر رہی۔

نماز جنازہ میں شرکت کیلئے دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی نائب مہتمم،مولانا محمد عبداللہ معروفی،مفتی محمدراشداعظمی، وقف دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانامفتی فریدالدین قاسمی وغیرہ، گنگوہ سے مفتی خالدسیف اللہ،میرٹھ سے مولاناشاہین جمالی وغیرہ تشریف لے آئے۔

تجہیز وتکفین:

انتقال کی خبرات ہی رات میں دورونزدیک کے مدارس وعلاقوں میں پہنچ گئی ،صبح ہی نماز جنازہ اورآخری زیارت کے لئے عوام وخواص کا ہجوم آنا شروع ہو گیا، دارالعلوم دیوبند کے علاوہ علاقہ کے مدارس سے علماء وطلبہ جوق درجوق آنے لگے، اتفاق کی بات تھی کہ حضرت ناظم صاحب مدظلہ انتقال سے چند گھنٹے پیشتر گجرات کے سفر پرروانہ ہو چکے تھے ،حضرت علامہ صاحب کے لائق فائق فرزندجناب مولانامحمدعمران قاسمی صاحب ان دنوں والدماجدکی خدمت اورہرممکن علاج ومعالجہ کے لئے یہیں موجود تھے ،علامہ صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت بایں الفاظ فرمائی تھی کہ بیٹے ویسے تونماز جنازہ پڑھانے کا حق تمہیں ہے لیکن تم اپنا یہ حق ناظم صاحب کو دیدینالیکن حضرت ناظم صاحب کے سفر پر ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے احاطہ دارالطلبہ قدیم میں بعدنمازظہر جناب مولانامحمدعمران قاسمی نے نماز جنازہ پڑھائی ،جس میں کثیر تعداد میں طلبہ وعلماء، قرب وجوار کے دینی مدارس کے ذمہ داران اور ہمدردان مظاہرعلوم اوردارجدید کے طلبہ اوربعض اساتذہ نے شرکت کی۔

قبرستان حاجی شاہ کمال میں اپنے پیرومرشدفقیہ الاسلامؒ حضرت مفتی مظفرحسینؒ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ صاحبؒ کی قبر مبارک کو نور سے منور فرمائے، ان کی تمام روحانی وجسمانی اولاد اور متعلقین کو حضرت کے لگائے ہوئے علمی کاموں اور بتائے ہوئے رہنما طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باقیات الصالحات:

تصنیفات وتالیفات

تصنیف وتالیف کا مبارک سلسلہ حضرت علامہ صاحبؒ نے شروع ہی سے جاری رکھا ہے لیکن اپنی تصانیف کو جمع کرنے کا خیال کبھی نہیں آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں آپ کی اپنی تصانیف معدودے چند ملتی ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ پرانی تصانیف کے علاوہ جدید ترین تصنیفات بھی نہیں ملتی ہیں مثلاً فیض الامامین جو جلالین شریف کی شرح ہے عام کتب خانوں میں تو دستیاب ہے لیکن حضرت نے اپنے پاس جمع رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

بہرحال ''نیکی کر دریا میں ڈال'' والا فارمولہ بھی ہمارے اکابر کا اسوہ رہا ہے۔ اس لئے ذیل میں علامہ صاحب کی چند اہم کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

نصر الباری:

یہ بخاری شریف کی مکمل اُردو شرح ہے، جو عام فہم سلیس اور شستہ زباں میں تحریر کی گئی ہے، اس سے پہلے بخاری شریف کی مکمل اردو شرح موجود نہیں تھی۔ کل تیرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مکتبہ زکریا دیوبند نے شائع کی ہے۔

نصر المنعم:

مسلم شریف کا مختصر جامع نوٹ ہے، اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مختلف مکتبوں سے سال میں کئی کئی ایڈیشن شائع ہوتے ہیں۔ کل صفحات ۳۰۵ ہیں، سائز ۱۶:۔۳۰۔۲۰ ہے۔

سوال اور جواب کے انداز میں مسلم شریف کے ان اہم مباحث کو اختصار کے ساتھ جمع فرمایا ہے کہ مسلم کا لب لباب ہوگئی ہے۔

حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے کہ نصر المنعم بحل سوالات صحیح مسلم محدث عظیم، مصنف فخیم، عالم نبیل، بطل جلیل حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی مدظلہ (خلیفۃ ومجاز فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین) استاذ تفسیر وحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور کی تالیف لطیف ہے، جس میں صحیح مسلم کے کلیدی مباحث، اصولی وفروعی مسائل، اختلاف الائمہ اور ان کے محدثانہ ومحققانہ دلائل وبراہین نہایت آسان وسہل انداز میں اختصار وجامعیت کے ساتھ ودیعت رکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب اپنی عظمت شان اور قوت برہان میں

مصنف کی دیگر کتب کی طرح ”دریا بہ حباب اندر“ کا مصداق ہے“۔

نصر الحیات:

نصر الباری کی غیر معمولی مقبولیت کے باعث مختلف علمی حلقوں سے تقاضا شروع ہوا کہ نصر الباری کے طرز پر مشکوۃ شریف کی بھی شرح لکھیں، حضرتؒ نے عدیم الفرصتی کے باوجود مشکوۃ شریف کی مختصر، جامع اور آسان اردو زبان میں شرح لکھنی شروع کی۔

جس طرح حضرت نے نصر الباری کی شروعات کی تھی یعنی بخاری جلد ثانی کی کتاب المغازی سے اپنی شرح کی ابتدا کی تھی اسی طرح مشکوۃ شریف کی جلد ثانی سے نصر الحیات کی ابتدا فرمائی کیونکہ عموماً مشکوۃ کی جلد اول کی شروحات بسہولت دستیاب ہیں لیکن ثانی کی نہیں۔

مشکوۃ جلد ثانی کی پہلی جلد کا نمبر شمار پانچ ہے جس میں باب ۱۳/ سے باب ۱۷/ تک اور حدیث نمبر ۲۹۳۹ سے حدیث نمبر ۳۶۰۵ تک مشتمل ہے اس جلد میں کتاب النکاح، کتاب العتق، کتاب القصاص، کتاب الحدود، کتاب الامارۃ والقضاء شامل ہیں، کل صفحات ۴۸۸ ہیں

یہ کتاب پہلی بار ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق مئی ۲۰۰۸ء میں زکریا بکڈپو دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

فیض الامامین:

درس نظامی میں شامل تفسیر کی معرکۃ الآراء کتاب جلالین شریف کی شرح فیض الامامین تحریر فرمائی جو مکمل چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

ناشر نے اس شرح کی مندرجہ ذیل خصوصیات لکھی ہیں۔

☆ ترجمہ وتفسیر اتنی آسان اردو میں کی گئی ہے کہ عوام وخواص اس کو یکساں سمجھ سکیں۔

☆ تفسیر میں ربط آیات کے نام سے عنوان لگا کر سابقہ آیات سے ربط قائم کر دیا گیا ہے۔ جس سے کہ قاری کو مکمل مفہوم واضح ہو جائے گا۔

☆ تحقیق وتشریح کا عنوان لگا کر ہر آیت کی جامع تحقیق وتشریح کردی گئی ہے۔

☆ شان نزول کے تحت قرآن شریف کی آیتوں کے نازل ہونے کا سبب اور پس منظر بیان کر دیا گیا ہے۔

☆ مشکل عربی الفاظ کی تحقیق کے ساتھ ساتھ نحوی وصرفی ترکیب کا بھرپور اہتمام کیا گیا ہے، جس سے عام طبقہ کو بھی قرآن مجید سمجھنے میں مدد مل سکے۔

یہ کتاب مکتبہ فیض القرآن دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

التقریر الکافی نوٹ بیضاوی شریف

نصر المنعم کے طرز پر سوال وجواب کے انداز میں بیضاوی شریف کا نہایت ہی مختصر، جامع اور عام فہم نوٹ ہے، جس سے دینی مدارس میں بیضاوی شریف کے طلبہ کو کتاب کے مشکل مباحث حل کرنے میں بہت آسانی ہوجاتی ہے۔

زکریا بکڈ پو کے مالک اور اس کتاب کے ناشر محترم ذوالفقار علی صاحب نے طبع اول کے موقع پر لکھا تھا کہ

''التقریر الکافی تالیف فرمودہ حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور کی جامع ترین تفسیر وتشریح ہے، حضرت علامہ موصوف مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے حدیث وتفسیر میں ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے اہل علم کے درمیان حضرت علامہ کی تصانیف مقبول ہیں، آپ کی تصانیف کی بہت سی خصوصیات ہیں۔

زیر نظر تفسیر وتشریح اگرچہ مختصر ہے مگر نہایت جامع اور اہم ترین مباحث پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف اجازت خاص کے ساتھ اس کی طباعت کرا کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے''

کئی مکتبوں سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے، جس میں زکریا بکڈ پو اور مکتبہ اسعدی سہارنپور قابل ذکر ہیں۔

آئینۂ حقوق:

حضرت والا نے یہ کتاب معاشرہ کی اصلاح پر اس وقت لکھی تھی جب آپ کپڑے کی تجارت کر رہے تھے۔

پچاس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ حقوق کے موضوع پر قیمتی مضامین پر مشتمل ہے جس میں خاص طور پر حقوق العباد، حقوق الوالدین، حقوق زوج، حقوق زوجہ، حقوق اولاد اور حقوق مسلم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مکتبہ اسعدیہ سہارنپور نے بھی یہ کتاب شائع کی ہے۔

درایۃ الادب شرح ہدایۃ الادب:

درس نظامی میں عربی علم وادب کو جو افضلیت اور برتری حاصل ہے، اسی طرح عربی زبان میں جو وسعت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں ہے۔

حضرت علامہ صاحبؒ نے مشہور ومعروف کتاب ''درایۃ الادب''، جو پہلے برصغیر کے اکثر مدارس میں داخل نصاب اور علماء وصلحاء کے زیر مطالعہ تھی۔ حضرت علامہ صاحبؒ نے اس کتاب کی شرح لکھنے کی ضرورت محسوس کی اور آپ کے بعض رفقاء نے اس جانب خصوصی طور پر توجہ دلائی تو آپ نے حسب عادت سہل انداز میں اس کی شرح سپرد قلم فرمائی۔

یہ کتاب سب سے پہلے بنگلہ دیش سے شائع ہوئی تھی۔ اب یہ کتاب نایاب ہوچکی ہے۔

جامعہ عثمانیہ:

حضرت علامہ صاحبؒ چونکہ بہار کے رہنے والے تھے جہاں شمس الہدی بورڈ سے ملحق ''سرکاری مدارس'' کی بڑی تعداد دینی تعلیم کے نام پر دین اور تعلیم کی روح مسخ کرنے کے درپے ہے، بورڈ سے ملحق تقریباً تمام مدارس کا نصاب تعلیم اور نظام تربیت نہایت درجہ ابتری کا شکار ہے، سرکاری تعطیلات، سرکاری وفود کی تملق و چاپلوسیاں، آفیسران کی دی جانے والی رشوتیں اور سچے جھوٹے کاغذات کے سہارے ترقی کی خواہشات نے حقیقت یہ ہے کہ اُن مدارس کی روح کو جونا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور وہاں پروان چڑھنے والی نسل کی دماغی وذہنی جوکایاپلٹ ہوئی ہے اس کی زہرناکیوں اور خطرناکیوں کا احساس دیگر صاحبان علم وبصیرت کے ساتھ حضرت الاستاذ مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کو بھی بدرجۂ اتم تھا چنانچہ اسی درد اور فکر کو لے کر ۲۰۰۸ء میں حضرتؒ نے اپنے وطن چلمل ضلع بیگوسرائے میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو آزادی کے ساتھ دین کی تعلیم اور مسلم بچوں کی عمدہ تربیت کر سکے۔

اس مدرسہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر دیگر حضرات اہل علم کے علاوہ لال باغ شاہی مسجد کے امام وخطیب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عمران ازہری بھی تشریف لائے تھے۔

جامعہ عثمانیہ کے بانی محترم کا اخلاص وللّٰہیت اور علاقہ میں اس کی تعلیمی وتربیتی عمدگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مدرسہ چند سال میں اتنی ترقی پاچکا ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے عام طور پر دسیوں سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔

اولاد واحفاد:

حضرت نے دوشادیاں کی تھیں پہلی بیوی کا انتقال ۱۹۵۵ء میں ہوا جن سے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی البتہ تین صاحب زادیاں تولد ہوئیں جو حضرتؒ ہی کی حیات میں فوت ہوگئیں۔

حضرت نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی، دوسری بیوی سے تین صاحب زادیاں اور ایک صاحب زادے مولانا محمد عمران قاسمی ہیں، سبھی لوگ الحمدللہ حیات ہیں۔

مولانا محمد عمران کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت کی دوسری بیوی کا انتقال حضرتؒ کے وصال سے دو سال پہلے ۵/رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ کو ہوا تھا۔

تشکر وامتنان:

تعزیت مسنونہ کے لئے ملک وبیرون ملک سے اہل علم اورحضرت علامہ صاحبؒ کے متعلقین کی آمد کا سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔

اسی طرح ملک کے مختلف دینی اداروں میں حضرت علامہ صاحب کے لئے قرآن خوانی، ایصال ثواب، دعاء مغفرت اورتعزیتی نشستوں کااہتمام کیا گیا،جس کی تفصیلات مختلف اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوتی رہیں۔

احقران تمام حضرات کادل کی گہرائیوں سے شکرگزارہے جنہوں نے استاذ محترم کے لئے خصوصی دعاؤں کااہتمام فرمایااسی طرح ان تمام اخبارات اورویب سائٹ کے مدیران گرامی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے علامہ صاحبؒ کے تعلق سے خبروں کواہتمام سے شائع کیا۔

أسأل اللہ سبحانہ أن ینفع بہ قبل الناس نفسی وأن یجعلہ ذخراًإلیٰ فی یوم رمسی۔ولایفوتنی أن أذکر بالخیر من أعان علیٰ إتمام ھذاالکتاب ونشرہ۔

أسأل اللہ لی ولھم التوفیق والاجتماع فی مستقر رحمتہ فی دارالکرامۃ والحمدللہ أولاً،والحمدللہ آخراً۔ولاحول ولاقوۃ إلاباللہ العلیّ العظیم وصلیٰ اللہ علیٰ نبینامحمدوآلہ وصحبہ وسلم۔

ناصرالدین مظاہری

”مدیرماہنامہ آئینۂ مظاہرعلوم“

مدرسہ مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور

۱۵ر ج ۲ر ۱۴۳۲ھ

کہتی ہے تجھے خلق خداغاتبانہ کیا

تعزیتی اجلاس

۱۵رجنوری کومظاہرعلوم وقف سہارنپورکی دارالحدیث میں حضرت مولاناعلامہ محمدعثمان غنیؒ کے انتقال پرملال پرایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا،جس میں ہزاروں طلبہ اوراساتذہ نےشرکت کی۔

پروگرام کا آغاز محمدشاہ کشمیری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا،مولوی علی اکبر چمپارنی نے حضرت کی شان میں مرثیہ پڑھا،مفتی محمدعلی حسن مظاہری نے کہا کہ علامہ صاحب طلبہ کے لئے نہایت شفیق ومہربان بلکہ باپ کے درجہ میں تھے۔

مولانامحمداحکام قاسمی:

مولانامحمداحکام قاسمی نے کہا کہ علامہ صاحب کی یکسوئی،خاموش مزاجی،علمی شغف اورتصنیفی مشاغل کانتیجہ نصرالباری اورنصرالحیات جیسی

بلند پایہ کتابوں کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

مولانا محمد غیور قاسمی:

مولانا محمد غیور قاسمی نے کہا کہ موصوف نے ہزاروں طلبہ کو انگلی پکڑ کروادی علم وعرفان میں چلنا سکھایا ہے۔

مولانا جمیل احمد مظاہری:

مولانا جمیل احمد مظاہری نے کہ علامہ صاحب میرے استاذ تو نہیں تھے لیکن ان کے علمی انہماک اور خدمات حدیث کی وجہ سے مولانا کی قدرومنزلت میرے دل میں موج زَن ہے۔

مولانا محمد عمران قاسمی:

صاحبزادۂ گرامی مولانا محمد عمران قاسمی نے اس المناک حادثہ پر بلیغ گفتگو فرمائی۔

نائب قاضی شہر جناب ندیم اختر:

نائب قاضی شہر جناب ندیم اختر نے مظاہر علوم اور اکابر مظاہر سے اپنے خانوادہ کے قدیم تعلقات پرروشنی ڈالی اور کہا کہ مولانا کا انتقال ناقابل تلافی نقصان ہے۔

مفتی محمود عالم مظاہری:

مفتی محمود عالم مظاہری نے علامہ صاحب کی مختلف خوبیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ علامہ صاحب بہترین مقرر، شاندار مناظر اور کامیاب محدث ومفسر تھے۔

مفتی ناصرالدین مظاہری:

ناظم پروگرام مفتی ناصرالدین مظاہری نے کہا کہ وقت کی قدردانی اور ہمہ وقت علمی مشاغل علامہ صاحب کا خاص وصف تھا۔

مولانا نثار احمد مظاہری:

پروگرام کی صدارت مولانا نثار احمد مظاہری نے کی اور صدارتی کلمات میں کہا کہ تعزیت کس سے کی جائے حقیقت یہ ہے کہ ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں اور اب ہمارا فرض یہ ہے کہ حضرت علامہ صاحبؒ کے علوم ومعارف کو آگے بڑھائیں اور روزآنہ ایصال ثواب کرتے رہیں۔

مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی:

اس درمیان معروف عالم دین مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی نے فون پر تعزیت مسنونہ کی اور فرمایا کہ میں سفر میں ہونے کی وجہ سے نہ آسکا، اللہ تعالیٰ مظاہر علوم کو حضرت کا نعم البدل ، پسماندگان کو صبر جمیل اور علامہ صاحب

کوجنت الفردوس نصیب فرمائے۔

پروگرام میں مولانا احمد سعید مظاہری، مولانا محمد سلمان مظاہری ، مولانا خورشید مظاہری، مولانا مستقیم مظاہری اور مفتی محمد نعیمی وغیرہ نے بھی شرکت کی۔

رات ۱۱؍ بجے مولانا نثار احمد مظاہری کی دعا پر یہ پروگرام ختم ہوا۔

ان من الشعر لحکمة (الحدیث)

کلام منظوم

موت کی آغوش میں وہ باندھ کر رخت سفر

موت کی آغوش میں وہ باندھ کر رخت سفر
ہو گیا دنیا سے رخصت ،آج عثمان غنی
وہ محدث ،وہ مفکر، صاحب فکر و نظر
تھا یقینا جو علم بردار فکر و آگہی
اب وہ عثمان غنی اس دار فانی میں کہاں
جو وفا کے طور پر، دیتا تھا درس آگہی
طالبان علم ہیں فرقت میں اس کی اشکبار
علم کے میدان میں، جس نے بسر کی زندگی

دارفانی سے وہ اٹھا، مردحق گوحق نگر
تھا ظفرؔ ''معجز قلم'' جو ''شیخ عثمانِ غنیؒ''

۲۲۹ + ۱۷۲۱ = ۲۰۱۱

نتیجۂ فکر

علامہ سید عبدالعزیز ظفر جنکپوری

امام وخطیب شاہی مسجد خواہ پیر، فرینڈس کالونی نئی دہلی ۶۵

تاریخ رحلت حضرت علامہ محمد عثمان غنیؒ

ہشت بُد صفرالمظفر سیزدہ بُد جنوری
شد رواں از دارفانی علامہ عثماں غنی
بست وصد و یازدہ ہم بود سال عیسوی
گفت داعی اجل لبیک عثمانِ غنی
سال ہجری چہاردہ صدہم وسی ودوہم
کن رقم تاریخِ رحلت حضرت عثماں غنی
روز پنجشنبہ چہار ساعت چوں شد وقت سحر
کرد رحلت حضرت العلام عثمانِ غنی

از

حافظ محمد طیب خوشنویس

بڈھاکھیڑہ سہارنپور

مرثیہ بروفات حضرت علامہ محمد عثمان غنیؒ

بموقع تعزیتی نشست:

بمقام: دارالحدیث مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

مورخہ: ۱۵ر جنوری ۲۰۱۱ء بعد نماز عشاء

از: مولوی علی اکبر چمپارنی

متعلم عربی ششم مظاہر علوم وقف سہارنپور

صدحیف آج حضرت عثمان چلے گئے
لاکھوں میں جو تھے ایک وہ انسان چلے گئے
اللہ وارثین کو صبر جمیل دے
مغموم کرکے شہر خموشاں چلے گئے
دیوار و در اداس مظاہر کے ہوگئے
علم وعمل کے لعل بدخشاں چلے گئے
تاحشران کی قبر بھی جنت نشاں رہے
دنیا سے لیکے دین کاساماں چلے گئے

اللہ نے دی ان کو یوں موت دُلاروں میں

ناصرالدین مظاہری

۱۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ کی رات میں اچانک حضرت الاستاذ مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کی یاد آنے لگی۔ مصرع اول ''غمگین صدائیں ہیں رنگین شراروں میں'' دماغ میں آکر زبان سے وارد ہوا تو قلم کاغذ سنبھالا اور اسی ردیف وقافیہ اور بحر پر درج ذیل نظم منظوم ہوگئی۔

یہ نظم قواعد اور ضوابط کے اعتبار سے یا اوزان وبحور کے لحاظ سے صحیح ہے یا نہیں اس کا فیصلہ اس فن کے ماہرین ہی کر سکتے ہیں کیونکہ شعر گوئی احقر کا کبھی میدان نہیں رہا۔ میرے استاذ حضرت مولانا انعام الرحمن تھانویؒ اگر حیات ہوتے تو ان سے اصلاح لے لیتا اب تو قحط الرجال کا یہ عالم ہے کہ کہیں کوئی استاذ نظر نہیں آتا۔ (ناصرالدین مظاہری)

غمگین صدائیں ہیں رنگین شراروں میں
دنیا سے گئے لیکن ...موجود نظاروں میں
قرآن وحدیث وتفسیر کیا گیا نہ پڑھاتے تھے
اخلاص و وفا کے پیکر سوتے ہیں قراروں میں
عثمان غنی تم نے کیا کیا نہ کئے جادو
کچھ لوگ تو ہیں رنجیں کچھ تو ہیں فگاروں میں
سنجیدہ متیں تم سا گرویدہ حسین تم سا
پانا تو ہے اب مشکل لاکھوں میں ہزاروں میں
اب شیخ حدیث ایسا ملنا تو نہیں ممکن
ڈھونڈیں گے مگر پھر بھی ستاروں میں غباروں میں
دنیائے شریعت میں دنیائے طریقت میں
ملنا تو نہیں ممکن گردوں کے کناروں میں
وہ کلمہ طیبہ بھی پڑھتے رہے آخر تک
اللہ نے دی ان کو یوں موت دلاروں میں
اب اشک بہانے سے حاصل نہیں ہے کچھ بھی
جا کر وہ مزے سے اورسوتے ہیں چناروں میں
خلوت میں بھی مفتی جی! جلوت میں بھی مفتی جی
کیا خوب رفاقت ہے قبروں کے حصاروں میں
مولیٰ تو رحم کرنا آقا تو کرم کرنا
ناصؔر ہے غلام ادنیٰ عثماں کے فخاروں میں

قطعہ تاریخ وفات

اے مظاہر! تیرے عثمان غنی
آج جنت میں جاکر سوگئے
سال رحلت واصفؔی نے یہ کہا
آہ! عاشق زار رخصت ہوگئے

۲ ۰ ۱ ۱

حافظ قاسم الواصفی طاہرپوری

عرض ناشر

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ نے جن حضرات کو بیعت فرمایا ہے یا جن خوش نصیب حضرات کو حضرت والا سے خلعت خلافت حاصل ہوئی ہے ،یا جن کے پاس حضرت کی کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تحریر وتقریر موجود ہے تو براہ کرام اس کتاب کے مرتب ''ناصرالدین مظاہری'' تک پہنچا کر حضرت کے کاز اور مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون فرمائیں۔

ان اللّٰہ لایضیع اجر المحسنین

ذوالفقار علی

خادم زکریا بکڈپو۔دیوبند